عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۷ | ۹ تا ۱۶/ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۸ تا ۱۵/ نومبر ۲۰۰۸ء | شمارہ: ۴۲

حضرت ابوھریرہؓ فضائل و مناقب

رزقِ حلال کی فضیلت و اہمیت

قادیانیوں کے عزائم و مقاصد

طلاق کے اسباب اور تدارک

میری طرف سے فارغ ہو

محمد عمران، کوٹلی

س:...... مفتی صاحب روزنامہ جنگ میں بروز جمعہ آپ کا لکھا ہوا ایک مسئلہ پڑھا، سوال میں پوچھنے والے نے یہ پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ تم میری طرف سے فارغ ہو، لیکن اس کا طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا اور اس نے یہ الفاظ پہلے بھی کئی مرتبہ کہے، کیا اس سے طلاق ہو جاتی ہے؟

ج:...... اگر طلاق کی نیت سے کہا ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، اگر طلاق کی نیت نہ تھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

س:...... میں نے کئی علماء سے سنا ہے کہ اگر کوئی ایک طلاق دیدے تو ایک مہینہ کے اندر تو میاں بیوی میں صلح ہو جاتی ہے اور ان کا نکاح قائم ہے اور میاں بیوی آپس میں میل جول کر سکتے ہیں، لیکن آپ نے اوپر والے مسئلے میں لکھا ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور آپ کا نکاح لازم ہے، برائے مہربانی اوپر والے مسئلے میں لکھے گئے سوال پر وضاحت کریں؟

ج:...... اگر طلاق صریح ہو تو ایک اور دو طلاق کے باوجود عدت کے اندر رجوع کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر طلاق بائن ہو تو پھر عدت کے اندر اور بعد از عدت تجدید نکاح کے بغیر میاں بیوی ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

س:...... گزشتہ عید میری بیوی اپنے ماں باپ کے گھر سے واپس آئی تو میں نے اس کو خوب ڈانٹا، حالانکہ ہمارا ارادہ پہلے سے یہ تھا کہ جب میری بیوی گھر واپس آئے گی تو میں اس کو ڈانٹوں گا تاکہ وہ آئندہ ہر معاملے میں ٹھیک ہو جائے، میری بیوی نے مجھے کہا کہ کل میرے والد نے مجھے کہا کہ تم اپنی بیٹی اپنے شوہر کے گھر بھیج دو اور تم یہاں ہی رہو، لیکن وہ آ گئی، میں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تم بیٹی کو بھی لے کر اپنے گھر چلی جاؤ، اب آپ کے لکھے گئے مسئلے کی رو سے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ اس وقت میں نے اس کو کس نیت سے کہا، کیونکہ عید کے پندرہ دن بعد میں نے آپ کا لکھا ہوا مسئلہ پڑھا، میری راہنمائی کیجئے؟

ج:...... اگر طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو کچھ نہیں ہوا۔ ہر آدمی اپنے کلام اور بولے گئے الفاظ کی نیت کو خوب جانتا ہے، لہٰذا اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق نہیں ہوگی۔

مولانا سعید احمد جلال پوری

ٹیکس چوری کر کے مال درآمد کرنا

علی حسین، کراچی

س:...... میرا تعلق چائے کے کاروبار سے وابستہ ہے، پچھلے کچھ سالوں سے کراچی کے بڑے درآمد کنندگان چائے کی اسمگلنگ کرتے ہیں اور حکومت پاکستان کو کسٹم ڈیوٹی، سیلز ٹیکس اور دیگر ٹیکسز کی مد میں اربوں روپے سالانہ نقصان پہنچا رہے ہیں، جس کی وجہ سے حقیقی اور جائز کاروبار کرنے والوں کا کام بالکل بند ہو گیا ہے، برائے مہربانی بتائیے کہ چائے کی اس طرح درآمد جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... قانون کی خلاف ورزی ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اگر ہمارا کسٹم عملہ اس سے چشم پوشی نہ کرے یا ایسے لوگوں کو چھتری مہیا نہ کرے تو کس کو جرأت ہے کہ ایسا کام کرے؟

س:...... جو درآمد کنندگان اس طرح چائے اسمگل کرتے ہیں، کیا ہم ان سے لوکل تجارت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... عین ممکن ہے آپ کو بھی ٹیکس چوروں میں شمار کر کے دھر لیا جائے اور اصل ماہرین حسب معمول بچ جائیں۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مجلس تحفظ ختم نبوت

جلد:۲۷ ۹تا۱۴/ذوالقعدہ۱۴۲۹ھ مطابق ۸تا۱۵/نومبر۲۰۰۸ء شمارہ:۴۲

مجلسِ ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

کمپوزنگ

محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

شکست! قادیانیت کا مقدر ہے	۵	مولانا سعید احمد جلال پوری
قادیانیوں کے عزائم و مقاصد	۷	مولانا منظور احمد الحسینیؒ
رزق حلال کی فضیلت و اہمیت	۱۳	مولانا حافظ انوار الحق
عازمین حج کا توشۂ سفر	۱۶	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
طلاق کے اسباب اور تدارک	۱۸	پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز
حضرت ابوہریرہؓ... فضائل و مناقب	۲۳	مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہریؒ
نبیؐ کو دلوں میں بسانے کی باتیں	۲۷	مولانا عبدالمجید انورؒ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زرِ تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ:۷۵ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک:۶۵ڈالر

زرِ تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی:۲۲۵روپے، سالانہ:۴۵۰روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون:۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس:۴۵۴۲۲۷۷

Hazori Bagh Road Multan

Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

قبر کا منظر

”حضرت ہانی فرماتے ہیں کہ: امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوجاتی، عرض کیا گیا: آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تب نہیں روتے، مگر اس سے روتے ہیں؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، اگر آدمی کو اس سے نجات مل گئی تو بعد کی منزلیں آسان ہوں گی، اور اگر اسی سے نجات نہ ہوئی تو بعد کا معاملہ اس سے سخت ہوگا۔ فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں نے جو منظر بھی دیکھا، قبر اس سے بھی زیادہ بھیانک ہے۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۵۵)

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اُمت کے افضل ترین حضرات میں سے ہیں، کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی، اس کے باوجود ان پر آخرت کا خوف اس قدر غالب ہے کہ کسی قبر کو دیکھتے ہیں تو قبر کے سوال و جواب، وہاں کی تاریکی اور وحشت و تنہائی کو یاد کرکے بے اختیار رونے لگتے ہیں۔

مرنے کے بعد آدمی کو جن منزلوں سے گزرنا ہے اگر خواب میں بھی کسی کو نظر آجائیں تو دہشت سے کلیجہ پھٹ جائے، مگر ایک تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پردۂ غیب میں رکھا ہے اور پھر دُنیا کی فضا نے انسانوں کی بصیرت پر غفلت کے پردے ڈال دیئے ہیں، ورنہ اگر قبر ہی کے مناظر انسان کے سامنے آجاتے تو زندگی اجیرن ہوجاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر وہ حالت تم پر کھل جاتی تو تم لوگ مُردوں کو دفن کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ کتنے خوش نصیب ہیں جو اس اندھیری کوٹھڑی میں روشنی کے لئے سامان کرتے ہیں، اور کتنے بدنصیب ہیں وہ جو قبر کے لئے سانپ اور بچھو اپنے ہاتھوں سے پالتے ہیں۔ یہی بدعملیاں، یہی ظلم و ستم، یہی حرام کاری و حرام خوری جو لوگ دُنیا میں کرتے ہیں، قبر کے سانپ اور بچھو ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو دُعا سکھائی ہے: ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ“ اے اللہ! میں قبر کے عذاب اور قبر کے امتحان و آزمائش سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

حق تعالیٰ سے ملاقات کا اِشتیاق

”حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اِشتیاق رکھے، اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۵۵)

اس حدیث پاک کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمادی ہے، صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! موت کو تو ہم میں سے ہر شخص ناگوار سمجھتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ تو موت ہے، اور موت ہر شخص کو طبعاً ناگوار ہے، تو گویا بالواسطہ حق تعالیٰ سے

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

ملاقات بھی ناگوار ہوئی۔

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عائشہ! یہ مطلب نہیں، بلکہ جب مؤمن کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی رضامندی اور کرامت کی بشارت دی جاتی ہے، تب اس کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں رہتی، اور وہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتے ہیں۔ اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب و سزا کی خبر دی جاتی ہے، اس وقت موت اور موت کے بعد کی حالت سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی چیز ناپسندیدہ اور مکروہ نہیں ہوتی، تب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج:۲ ص:۹۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث پاک میں جس اِشتیاق کا ذکر ہے وہ نزع کے وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت عالمِ غیب سے پردہ اُٹھادیا جاتا ہے اور عالمِ آخرت کی چیزیں منکشف ہوجاتی ہیں، اس وقت مؤمن حق تعالیٰ کی رضا و رحمت اور آخرت کی نعمتوں کو دیکھ کر اس دُنیا کو چھوڑنے کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق غالب آجاتا ہے۔ اس کے برعکس کافر پر جب عالمِ غیب منکشف ہوجاتا ہے اور وہ آخرت کے عذاب و سزا کا بچشم خود مشاہدہ کرتا ہے تو اس دُنیا کو چھوڑنا اس کے لئے بے حد ناگوار ہوتا ہے اور وہ کسی طرح بھی بارگاہِ خداوندی میں پیشی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

یہاں چند چیزوں کا تذکرہ ضروری ہے۔

(جاری ہے)

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

شکست! قادیانیت کا مقدر ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

آج کل قادیانیت پھر سے سراٹھارہی ہے اور علمائے امت اور عام مسلمان ان کی گمراہ کن ریشہ دوانیوں سے بے حد مضطرب و پریشان ہیں۔ یوں تو ہر فتنہ جب سراٹھاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے دین وایمان کو موںڈ ڈالے گا، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دین اللہ کا ہے، لہٰذا اس کے محافظ و پاسبان بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اگر ان فتنہ پروروں کے پاس مال واسباب کی قوت اور شیطانی اسباب ووسائل کی طاقت ہے تو ہوا کرے، کیونکہ کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

انسانی تاریخ اٹھا کر دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ اسلام دشمنوں نے جب بھی مسلمانوں کو گمراہ کرنے یا اسلام کی راہ روکنے کی کوشش کی یا ایسا کوئی منصوبہ بنایا ہے تو ان کے اسی شر سے اللہ تعالیٰ نے خیر کی شکلیں اور اشاعت اسلام کی ایسی صورتیں نکالی ہیں کہ خود شیطان اور اس کی ذریت انگشت بدندان رہ گئی، مثلاً:

الف:...... فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو روکنے کے لئے کیا سوچا اور کیا منصوبہ بندی کی؟ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس کا کیا نتیجہ نکالا؟ چنانچہ وہ تمام جادوگر، جن کو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت روکنے کے لئے استعمال کرنا چاہا تھا، وہ سب کے سب کس طرح مجمع عام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر ان کے قدموں میں ڈھیر ہوگئے اور فرعون کا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔

ب:...... اصحاب اُخدود کا قصہ، یعنی اس دور کے اس ظالم بادشاہ کا واقعہ، جس نے اللہ پر ایمان لانے اور اسلام کی راہ روکنے کے لئے ایک نیک وصالح راہب اور اس کے متبعین کو قتل کرکے اپنی رعایا کو اسلام سے باز رکھنے، ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں اس راہب اور اس کے شاگرد بچے کی قربانی کی برکت سے پوری قوم کو ایمان ودین کی دولت سے نواز دیا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:

”کوئی کافر بادشاہ تھا اس کے پاس ایک کاہن تھا (یعنی جو شیاطین کے ذریعہ یا نجوم کے آثار کے ذریعہ کچھ مستقبل کی غیبی خبریں معلوم کرکے لوگوں کو بتائے) اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جاوے تو اس کو اپنا علم سکھادوں، چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا، اس کے راستے میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا اور اس زمانے میں دین عیسیٰ علیہ السلام ہی دین حق تھا اور یہ راہب اسی پر قائم عبادت گزار تھا، وہ لڑکا اس کے پاس آنے جانے لگا اور خفیہ مسلمان ہوگیا، ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ کسی شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق خدا پریشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ: اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جاوے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جاوے اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کو لگا اور وہ ہلاک ہوگیا، لوگوں میں شور ہوگیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، کسی اندھے نے سنا، آکر درخواست کی میری آنکھیں اچھی ہوجاویں، لڑکے نے کہا بشرطیکہ تو مسلمان ہوجاوے، چنانچہ اس نے قبول کیا، لڑکے نے دعا کی وہ اچھا ہوگیا اور مسلمان ہوگیا، بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو اس راہب کو اور لڑکے کو اور اس نابینا کو گرفتار کرکے بلایا، اس نے راہب اور اعمیٰ کو قتل کردیا اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر لے جاکر گرادیا جاوے مگر جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ خود گر کر ہلاک ہوگئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا، پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا وہ اس سے بھی بچ گیا اور جو لوگ اس کو لے گئے

تھے وہ سب ڈوب گئے، پھر خود لڑکے نے بادشاہ سے کہا: مجھ کو بسم اللہ کہہ کر تیر مارو تو میں مر جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا مر گیا، پس اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔“

(معارف القرآن،ص:۷۰۹-۷۱۰،از مفتی محمد شفیعؒ)

ج:......اسی طرح بلاد روم کے اس ظالم بادشاہ کا قصہ جس نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے ان کو جبراً مرتد بنانے کی کوشش کی اور ان میں سے تین افراد بالفعل مرتد بھی ہوگئے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی قربانی سے نہ صرف مرتد ہونے والے واپس مسلمان ہوآ گئے بلکہ پورا کا پورا مجمع مسلمان ہوگیا، چنانچہ ملاحظہ ہو:

”امام حافظ طبرانی نے کتاب العجائب میں اپنی سند سے فتان بن رزین ابی ہاشم سے ان کا اپنا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ ہمیں بلاد روم میں قید کرلیا گیا اور وہاں کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا، اس کافر بادشاہ نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم اس کا دین اختیار کریں اور جو اس سے انکار کرے گا اس کی گردن ماردی جائے گی، ہم چند آدمی تھے ان میں سے تین آدمی جان کے خوف سے مرتد ہوگئے، بادشاہ کا دین اختیار کرلیا، چوتھا آدمی پیش ہوا اس نے کفر کرنے اور اس کے دین کو اختیار کرنے سے انکار کیا، اس کی گردن کاٹ کر سر کو ایک قریبی نہر میں ڈال دیا گیا، اس وقت تو وہ سر پانی کی تہہ میں چلا گیا، اس کے بعد پانی کی سطح پر ابھرا اور ان لوگوں کی طرف دیکھ کر ان کے نام لے کر آواز دی کہ فلانے فلانے اور پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“ اس کے بعد پھر پانی میں غوطہ لگادیا۔

یہ عجیب واقعہ سب حاضرین نے دیکھا اور سنا اور وہاں کے نصاریٰ یہ دیکھ کر تقریباً سب مسلمان ہوگئے اور بادشاہ کا تخت ہل گیا، یہ تین آدمی جو مرتد ہوگئے تھے یہ سب پھر مسلمان ہوگئے اور پھر خلیفہ ابوجعفر منصور نے ہم سب کو ان کی قید سے رہا کرایا۔“

(ابن کثیر ص:۶۴۶،ج:۴،طبع بیروت)

د:......اسی طرح ۱۹۵۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود نے پورے پاکستان اور خصوصاً بلوچستان کو احمدیہ اسٹیٹ بنانے کا اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے مرزائیوں کے اس شر سے یہ خیر نکالی کہ اہالیان پاکستان کو فتنہ قادیانیت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنادیا۔

ہ:......۱۹۷۴ء میں قادیانیوں نے مسلمانوں پر اپنی دھاک بٹھانے کے منصوبہ کی غرض سے ربوہ اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلبا پر ظلم و تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے قادیانیوں کے خلاف ایسی تحریک چلوائی کہ انہیں ملت اسلامیہ کے جسد سے کاٹ کر الگ کردیا گیا اور آئینی اعتبار سے ان کا شمار شیڈول کاسٹ اور چوہڑوں میں ہونے لگا۔

و:......۱۹۸۴ء میں مرزائیوں نے مسلمان مبلغین خصوصاً ختم نبوت کے کارکنان کو مرعوب کرنے کے لئے مولانا اسلم قریشی کو اغوا کیا تو اس کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس کا اجرا ہوا، جس کی برکت سے قادیانی قیادت پاکستان چھوڑنے اور اپنا مرکز انگلینڈ منتقل کرنے پر مجبور ہوگئی اور قادیانیت کی کمر ٹوٹ گئی۔

لہٰذا آج بھی اگر قادیانی سر اٹھارہے ہیں یا ان کے حق میں کچھ احمق حمایتی بیان دے رہے ہیں تو انشاء اللہ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ اشاعتِ اسلام اور قادیانی کفر کی ذلت و رسوائی کی کوئی ایسی صورت پیدا فرمادیں گے کہ اسلام دشمن خود اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوں گے، بلاشبہ اسلام کی حفاظت و صیانت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور وہ جس طرح آج تک اس کی حفاظت و صیانت کرتا آرہا ہے ٹھیک اسی طرح آئندہ بھی وہ اس کی حفاظت کرے گا، البتہ ہماری معمولی سی نقل و حرکت کو ہماری صلاح و فلاح اور نجات آخرت کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی سی کوشش اور ہمت میں کوتاہی نہ کریں باقی نتائج و ثمرات اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمادیں، جس طرح اس نے ماضی میں کفر اور ارباب کفر کو ذلیل و رسوا کیا ہے، آئندہ بھی انشاء اللہ انہیں ناکام و نامراد بنادیں گے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز.

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

مولانا منظور احمد الحسینی

قادیانیوں کے عزائم و مقاصد

قادیانی گروہ عالم اسلام کے لئے ایک ناسور اور مذہب کے لبادہ میں ایک سیاسی تنظیم ہے' ان کی خطرناک سیاسی سرگرمیاں ملت اسلامیہ کی وحدت و اخوت کو پارہ پارہ کرنے' مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کی قومی و ملی زندگی کو خطرات میں ڈالنے کا سبب بن رہی ہیں۔

برصغیر میں اسلامی حکومت کے خاتمے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو کچلنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے استعماری فوج کو پچاس گھوڑے مع سوار بطور مدد کے فراہم کیے تھے۔ مرزا غلام احمد اور اس کے خاندان کی پوری زندگی سامراج کی کچی اطاعت' ہمدردی اور برصغیر میں اس کے اقتدار کے استحکام میں مدد دینے میں گزری۔ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد نے مسلمانوں میں موجود جذبہ حریت کو فنا کرنے اور ان میں غلامی اور غلامی جیسی لعنت کو دل نشین کرانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مرنے کے بعد اس کے کاشت کردہ پودے قادیانیت کو استعماری طاقتوں نے اپنی حفاظت میں پروان چڑھایا اور اس کی خوب آبیاری کی اور اکثر ممالک میں یہ استعماری قوتوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے' جیسا کہ ان کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے ۱۹۲۲ء میں خطبہ جمعہ کے دوران مرزا محمود احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا:

"نہیں معلوم ہمیں کب دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے' ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔"

(الفضل ۲۷/فروری ۱۹۲۲ء)

اس سے پہلے ۱۴/ فروری ۱۹۲۲ء کو قادیانی روزنامہ الفضل میں خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد کی جو تقریر شائع ہوئی اس میں وہ کہتے ہیں:

"ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

۱۹۳۰ء میں انہوں نے کہا:

"جب تک تمہاری بادشاہت قائم نہ ہوجائے یہ راستے کے کانٹے (مسلمان) ہرگز دور نہیں ہوسکتے۔" (الفضل ۲۵/اپریل ۱۹۳۰ء)

"ملکی سیاست میں خلیفہ وقت سے بہتر اور کوئی راہنمائی نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔" (الفضل ۲۵/دسمبر ۱۹۳۲ء)

۱۹۴۳ء میں اپنے انسانیت سوز ارادوں کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا:

"مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے خدا سے خبر پا کر فرمادیا تھا کہ ان کے اقتدار میں غیر احمدیوں کی حیثیت چوہڑے چماروں جیسی ہوگی۔" (الفضل ۲۹/جنوری)

۱۹۴۵ء میں انہوں نے اپنے سیاسی عزائم کا اظہار اس طرح کیا:

"جب تک جماعت احمدیہ نظام حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی' اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار (استعماری حکومت) کو قائم رکھا جائے تاکہ یہ نظام کسی ایسی طاقت (مسلمان ہی مراد ہوسکتے ہیں) کے قبضے میں نہ چلا جائے جو احمدیت کے مفادات کے لئے زیادہ مضر اور نقصان رساں ہو۔" (الفضل ۳/جنوری)

۱۹۴۵ء کے بعد حصول اقتدار کے یہ ارادے ان کی تحریروں میں عام طور سے پائے جانے لگے' جسٹس منیر نے ۱۹۵۳ء کے واقعات سے متعلق مسلمانوں سے مرزائیوں کے نزاع کی جو رپورٹ لکھی ہے اس کے صفحہ ۱۹۶ پر درج ہے کہ:

"۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے' وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت اپنے لئے پسند کرتے تھے اور نہ پاکستان کو منتخب کرسکتے تھے۔"

جب پاکستان قائم ہوا اور مسلمان آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوئے تو مرزائی پاکستان بننے پر خوش نہ تھے' اور نہ پاکستان بننے کے حق میں تھے۔ مرزا محمود احمد نے پاکستان بننے سے تین ماہ قبل جو خطبہ دیا تھا اس میں کہا تھا کہ:

"ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے' اور یہ کوشش کریں گے کہ یہ پھر کسی نہ

کسی طرح متحد ہو جائے۔''

(الفضل ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء)

۱۵/ اپریل ۱۹۴۷ء کے روزنامہ الفضل میں قادیانی خلیفہ کی دوسری تقریر درج ہے جس میں کہا گیا تھا کہ:

''بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر رہیں۔''

آج بھی قادیانیوں کو پاکستان سے کوئی محبت نہیں' ہر قادیانی پاکستان کو عارضی تصور کرتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے مطابق قادیان' قادیانیوں کو ضرور ملے گا' وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو یہی بات ذہن نشین کراتے رہتے ہیں کہ:

''قادیان سے ہجرت کی حالت عارضی ہوگی۔ آخر ایک وقت آئے گا کہ قادیان جماعت احمدیہ کو واپس مل جائے گا۔''

(راہ ایمان ص ۹۸ بچوں کی دینی معلومات کا مجموعہ)

اسی طرح نام نہاد بہشتی مقبرہ چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں مرزا بشیر الدین محمود کا ارشاد ایک بڑے سائز کے کتبہ کی شکل میں لگایا گیا تھا کہ:

''جماعت کو نصیحت کی جاتی ہے جب ان کو توفیق ملے حضرت ام المومنین اور اہل بیت کی نعشوں کو مقبرہ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں' چونکہ مقبرہ بہشتی کا قیام اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہوا ہے۔ اس میں حضرت ام المومنین' جملہ خاندان مسیح موعود کے دفن کرنے کی پیش گوئی ہے۔ اس لئے یہ بات فرض کے طور پر ہے۔ جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔''

یہ کتبہ ایسا شرانگیز ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ سے شعائر اسلام کی توہین اور پاکستان دشمنی ٹپک رہی ہے۔ نیز ''ہمارا عہد'' کے عنوان سے ایک پوسٹر جسے مکتبہ تحریک انارکلی لاہور نے شائع کیا تھا' اس میں درج ہے کہ:

''میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے' میں اس کے اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا' اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا! مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللھم آمین۔''

یہ عہد ہر قادیانی سے لیا جاتا ہے۔ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی بڑی ''قربانی'' کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہر قادیانی مرد وزن' بچہ ہو یا بوڑھا' جوان ہو یا ادھیڑ عمر پاکستان کو توڑنے کے لئے ہر وقت ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کر رہا ہے۔ مزید برآں وصیت فارم جو ربوہ کا مطبوعہ ہے' اس کی پہلی شق کا یہ حصہ ذرا غور طلب ہے کہ:

''میرے مرنے پر نعش کو بہشتی مقبرہ واقع قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جائے' بشرطیکہ انجمن کارپرداز مصالح قبرستان کی طرف سے ایسا کرنے کی مجھے یا میرے بعد میرے ورثا کو اجازت حاصل ہو جائے' اور نعش کو قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت ہونے سے پہلے خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں جمع نہ کرا سکا تو میری جائیداد متروکہ میں سے وضع کئے جائیں' لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس حصہ جائیداد پر نہ پڑے گا جو میں اس وصیت کی رُو سے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو دیتا/ دیتی ہوں۔''

مذکورہ بالا حوالہ جات سے قادیانیوں کی پاکستان دشمنی صاف ظاہر ہے۔ تقسیم ملک کے وقت ایک خاص سازش کے ذریعہ باؤنڈری کمیشن میں قادیانیوں نے اپنا مقدمہ مسلمانوں اور ہندوؤں سے علیحدہ پیش کر کے کوشش کی کہ قادیان میں پاپائے اعظم کی طرح ان کی علیحدہ ریاست قائم کی جائے' لیکن صاحب بہادر انگریز نے ان کی مذہبی ریاست تو تسلیم نہ کی' البتہ قادیانیوں کا تناسب آبادی مسلمانوں سے نکال کر اہل ہنود میں شمار کر لیا' جس کے باعث گورداسپور کی مسلم اکثریت اقلیت میں تبدیل ہوگئی' اور گورداسپور کا ضلع جو جون ۱۹۴۷ء کے اعلان میں پاکستان کا حصہ تھا' وہاں کے مسلمان پاکستان کے جھنڈے لہرا رہے تھے اگست ۱۹۴۷ء میں ماسوا تحصیل شکر گڑھ کے پورا ضلع ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔ یوں قادیانیوں کی اس سازش کی وجہ سے ضلع گورداسپور کے ذریعہ ہندوستان کو کشمیر کا راستہ مل گیا' جو آج تک پاکستان کے لئے گوناگوں مشکلات کا سبب بنا ہوا ہے اور کشمیر پر ہندوستان کا قبضہ پاکستان کی شہ رگ پر قبضہ کے مترادف ہے۔

آزادی ملک کے تیسرے مہینے کشمیر کی جنگ میں قادیانیوں نے ''فرقان فورس'' کے نام سے ایک پلاٹون کشمیر کی جنگ میں بھیجی' جس نے سراسر غداری کی' بٹالین ٹوٹنے کے بعد انہوں نے اپنا اسلحہ حکومت پاکستان کو نہیں دیا' بلکہ وہ ان کے پاس ہی

رہا' حکومت کو چاہئے تھا کہ وہ اس اسلحہ کا کھوج لگاتی' ایک گواہ' جس نے صمدانی ٹریبونل میں گواہی دی تھی' اس کا بیان یہ تھا کہ:

"وہ اسلحہ ربوہ کے قبرستان میں مدفون ہے۔" (نوائے وقت ۲/ جولائی ۱۹۷۴ء)

۱۹۴۸ء میں قادیانیوں نے صوبہ بلوچستان کو قادیانی بنانے اور اس طرح سے اس پر قبضہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ قادیانی روزنامے الفضل کی ۱۳/ اگست ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں اس حوالے سے ایک بیان بھی شائع ہوا تھا' لیکن قادیانی اپنے اس منصوبے میں بری طرح ناکام ہوئے' پاکستان کے قیام سے قبل استعماری قوتوں کی جانشینی اور پاکستان کے قیام کے بعد بلوچستان پر قبضہ کی اسکیم میں فیل ہونے کے بعد قادیانیوں نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جو یہودی لابی نے امریکہ' برطانیہ اور دوسرے مغربی ممالک میں اختیار کر رکھا ہے کہ ملک کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ کرلیا جائے۔ اس حوالے سے مرزا محمود احمد کا ایک بیان روزنامہ الفضل کی ۱۱/ جنوری ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں شائع بھی ہوا تھا۔ ساتھ ساتھ قادیانی پاکستان کو توڑنے اور اس پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے زیرزمین منصوبوں اور حربوں پر بھی کام کرتے رہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد ہماری بدقسمتی سے سر ظفراللہ کو ملک کا پہلا وزیر خارجہ بنادیا گیا' جو بظاہر تو وزیر خارجہ تھا لیکن درحقیقت مرزائی پارٹی کا کٹر اور متعصب بین الاقوامی مبلغ اور نمائندہ تھا۔ اس نے وزیر خارجہ کا چارج لیتے ہی قادیانیت کے فروغ کے لئے اندھا دھند کام کیا اور اندرون و بیرون ملک قادیانیوں کو ہر طرح سے مستحکم کردیا۔ یہ دور مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش کا دور تھا' مرزائی کھلے بندوں اپنی باطل و مرتدانہ تبلیغ کررہے تھے' آخرکار تمام مسلمانوں نے جمع ہوکر قادیانیت کے خلاف بھرپور اور زبردست تحریک چلائی۔ اس دور کے قادیانیت سے متاثرہ ارباب اقتدار نے مسلمانوں کے خالص دینی مطالبات کا جواب گولی سے دیا اور ہزاروں بے گناہ مسلمان خاک وخون میں تڑپا دیئے گئے۔

یحییٰ خان کے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا ایم ایم احمد قادیانی اقتصادیات اور منصوبہ بندی کے شعبہ میں صدر کا خصوصی مشیر تھا۔ اس نے بنگالی مسلمانوں میں مغربی پاکستان کے خلاف نفرت اور معاشی میدان میں ان میں احساس محرومی پیدا کرکے ان کو پاکستان سے علیحدہ ہونے پر مجبور کردیا' جس کی وجہ سے سانحہ عظیم مشرقی پاکستان کا سقوط ظہور پذیر ہوا' اور اسلام کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو شرمندگی اٹھانا پڑی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی ظاہری ناکامی سے مرزائی سخت غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے تھے۔ انہوں نے مختلف بیرونی ممالک کی پشت پناہی سے اپنے آپ کو مضبوط بنانا شروع کیا۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا ناصر نے انہیں باور کرایا کہ وہ غلبہ پانے والے ہیں' انہوں نے گھوڑ سوار' سائیکل سوار' سوسالہ جوبلی فنڈ اسکیمیں بڑے زوروشور سے شروع کیں' یہاں تک کہ ۱۹۷۳ء میں وہ ملت دشمنی میں آپے سے باہر ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

"تم (مسلمان) لومڑی کا لبادہ اوڑھ کر اور گیدڑ کا لباس پہن کر نکلتے ہو اور چیختے چنگھاڑتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم تم سے مرعوب ہوجائیں گے۔ ہمیں (قادیانیوں کو) تو خدا تعالیٰ نے شیر کی جرأت سے بڑھ کر جرأت عطا فرمائی ہے۔"

(آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ ص ۱۲)

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلمانان پاکستان کو یہ دھمکی بھی دی کہ:

"اس قسم کے فتنہ وفساد کے نتیجہ میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔"

مرزا ناصر کے اس ملت سوز' وطن دشمن اور اشتعال انگیز بیان سے علماً اسلام اور مسلمانان پاکستان میں غصے کی لہر دوڑ گئی مگر انہوں نے صبر سے کام لیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کے قہر نے قادیانیوں کو آدبوچا۔ جس سال یعنی ۱۹۷۴ء کو وہ اپنے لئے غلبے کا سال سمجھ رہے تھے' وہی ان کے لئے ذلت و عذاب خداوندی کا سال ثابت ہوا۔

۲۹/ مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر (ربوہ) کے ریلوے اسٹیشن پر قادیانی غنڈوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمان طلبہ کو بری طرح زدوکوب کیا' قادیانیوں کا چار ہزار کا لشکر جرار مرزا طاہر کی سربراہی میں چند نہتے طلبہ پر خونخوار بھیڑیوں کی طرح حملہ آور تھا' طلبہ کو مار کر قادیانیت کا حق ادا کیا جارہا تھا' ہر طرف سے پکڑو اور مارو کی صدائیں بلند ہورہی تھیں' اس اندوہناک سانحہ کے خلاف مسلمانان پاکستان نے متحد ہوکر ایک زوردار تحریک چلائی جو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور اس تحریک کے نتیجہ میں قادیانی غیرمسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ ۱۹۷۴ء کی اس تحریک کی کامیابی کی اصل وجہ اور بنیاد شہدائے ختم نبوت کا وہ خون تھا جو ۱۹۵۳ء میں بہایا گیا تھا۔

۱۹۷۴ء کے فیصلے کے بعد مسلمانوں کو یہ توقع تھی کہ قادیانی اپنے بااخلاق اور باضمیر ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کی مذہبی و معاشرتی وحدت میں خلل ڈالے بغیر خود ہی اس فیصلہ کو قبول کرلیں گے یا حکومت قانون سازی کرکے ان کو اس کو ماننے کا پابند کرے گی' لیکن: "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔ قادیانی اپنے خبث باطنی کی وجہ سے باز نہ آئے بلکہ کھلی بغاوت اور غداری پر اتر آئے' انہوں

نے علی الاعلان اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کو پہلے سے کہیں بڑھ کر استعمال کرنا شروع کردیا' یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اخبارات ورسائل اور لٹریچر میں پوری دنیا کے مسلمانوں کو سرکاری مسلمان اور اپنے آپ کو ''حقیقی اور پکا وسچا مسلمان'' بڑے شدومد سے لکھنا شروع کردیا۔

سب سے پہلے استعمار کی شطرنج کے خاص مہرے سر ظفر اللہ خان قادیانی نے نمائندہ نوائے وقت کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ:

''اس فیصلہ کے قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ دھمکی دی کہ یہ فیصلہ پاکستان کی مضبوطی کا موجب نہیں اور یہ پاکستان کے لئے بہت سی مشکلات پیدا کرنے والا ثابت ہوگا۔''

(نوائے وقت لاہور ۱۸/ستمبر ۱۹۷۴ء ص ۲ کالم ۵)

جب پاکستان سے کھلی غداری کا ثبوت دیتے ہوئے قادیانیوں نے مرزا ناصر کے ایماء پر بھارت سے اس معاملہ میں مداخلت کی اپیل کی تو بھارت کے سابق وزیر خارجہ مسٹر سورن سنگھ نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ:

''ان (سورن سنگھ) سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بنگالیوں کی طرح پاکستان کے قادیانیوں کا مسئلہ بھی اقوام متحدہ میں اٹھانا پسند کریں گے؟ تو انہوں نے (سورن سنگھ نے) کہا کہ بھارت کے احمدیوں کی طرف سے ہمیں ایسا کرنے کے لئے تار بھی بھیجے جارہے ہیں' مگر ہم مداخلت نہیں کریں گے' بنگالیوں کا معاملہ دوسرا تھا اور یحیٰی خان نے ایسے حالات پیدا کردیئے تھے کہ ہمیں مداخلت کرنا پڑی۔''

(نوائے وقت لاہور ۹/ستمبر ۷۴ء ص ۲ کالم ۴)

تمام دنیا جانتی ہے کہ بھارت کی مداخلت مشرقی پاکستان میں صرف اقوام متحدہ کی حد تک محدود نہ تھی بلکہ کھلی فوجی مداخلت کی گئی تھی۔ قادیانیوں کے حوالے سے یہاں بھی اسی قسم کی فوجی مداخلت مراد تھی کہ بھارت پاکستان پر حملہ کردے تو پاکستان کے قادیانی مکمل طور پر اس کا ساتھ دیں گے۔ اس سے بڑھ کر پاکستان سے غداری کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے؟ انہی دنوں چوہدری سر ظفر اللہ خان نے لندن میں ایک پریس کانفرنس کی تھی (جب کہ وہ پاکستان کے کسی شہر میں بھی کرسکتے تھے) جس میں انہوں نے بالواسطہ طور پر مختلف ممالک کو پاکستان میں مداخلت کی دعوت دی گئی تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا بیان بعنوان: ''افکار وحوادث''۔

(روزنامہ مشرق ۳/جولائی ۷۴ء ص ۳)

سر ظفر اللہ خان کے اس بیان کے بعد مرزا ناصر' مرزا طاہر احمد اور دیگر قادیانیوں نے اس قسم کے اور اس سے ملتے جلتے بیان دینے شروع کردیئے' جن سے روزنامہ الفضل اور دیگر قادیانی جرائد پُر ہیں۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے' قریبی دور کے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔

احمدیہ اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن لاہور کی سالانہ تقریب کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر نے کہا کہ:

''ہم دنیا کے لیڈر بنائے گئے ہیں دنیا ہمارے پیچھے چل کر زینیں اختیار کرے گی' جو طرز عمل ہم اختیار کریں گے دنیا اسی کی پیروی کرے گی۔ صاحبزادہ (مرزا طاہر احمد) صاحب نے کہا کہ اس احساس کو زندہ رکھیں اور اسی کے مطابق اپنے پروگرام بنائیں کہ اللہ نے آپ کو لیڈر بنایا ہے' اور آپ نے دنیا کو بدلنا ہے۔'' (الفضل ۲/فروری ۸۲ء ص ۸ کالم ۲)

قادیانیت......حقیقی اسلام:

''اپنے بچوں کی کماحقہ نگہداشت کرو اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی روایات اور اقدار کے عین مطابق ان کی تربیت کا فریضہ بجالاؤ۔''

(الفضل ۲/فروری ۸۲ء ص ۳)

سچے مسلمان:

''ہم مسلمان ہیں اور ہمارا یہ دعویٰ کرنا ہمارا پیدائشی حق ہے' اور مسلمان کی تعریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ ''جس کے قول وفعل سے مسلمان محفوظ رہیں۔'' اس لئے ہم نے کسی کو دکھ نہیں پہنچایا' چونکہ ہم سچے مسلمان ہیں' اس لئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اپنے عمل سے صحیح ثابت کریں گے۔'' (الفضل ۲۳/اکتوبر ۱۹۸۲ء ص ۵)

''پس چونکہ ہم اسلام کے دعویدار ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہمارا یہ دعویٰ ہم سے نہیں چھین سکتی کہ ہم مسلمان ہیں خدا کے فضل سے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسلمان قرار دیتا ہے' یہ ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اس کی خاطر ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں' تو چونکہ ہم سچے مسلمان ہیں اور اس دعویٰ میں سچے ہیں' اس لئے ہمارا لازمی فرض ہے کہ اپنے اعمال کے ذریعے اس کو ثابت کریں۔''

(مرزا طاہر کی تقریر الفضل ۷/نومبر ۱۹۸۲ء ص ۷)

غلبہ اسلام' قادیانی جماعت کا مقدر:

''جہاں تک حقیقت حال کا تعلق

ہے' یہ بات تو بہرحال مسلم ہے۔ آج دنیا کے پردہ پر صرف ایک ہی جماعت ہے جس کا دعویٰ ہے کہ آسمانی نوشتوں میں جس جماعت کے لئے غلبہ اسلام مقدر تھا وہ یہی جماعت ہے' اور وہ ساعت سعد آچکی ہے جو اسلام کے غلبہ نو کی ساعت ہے۔ اس مہم کا آغاز ہو چکا ہے جس نے عالمی انقلاب برپا کرنا تھا۔" (ماہنامہ "انصار اللہ" اکتوبر ۸۳ء)

"آج خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دنیا سے منوانے کا فریضہ ہم احمدیوں کو سونپا گیا ہے۔"

(الفضل ۲۳/ جولائی ۱۹۸۳ء ص ۲)

لاہور کے ایک ہوٹل میں اپنے اعزاز میں دیئے گئے ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر نے کہا کہ:

"کسی حکومت کو کیا حق ہے کہ وہ ہمیں غیر مسلم قرار دے۔"

(قادیانی ہفت روزہ "لاہور" ۱۷/ جنوری ۱۹۸۳ء)

صحابہ کرامؓ کی توہین:

"حضرت مولوی محمد دین صاحب کی عمر ایک سو سال سے تجاوز کر چکی ہے' وہ حضرت مسیح علیہ السلام (مرزا غلام احمد) کے قدیمی اور نہایت مخلص صحابہ میں سے ہیں۔" (الفضل ۷/ نومبر ۱۹۸۲ء ص ۷)

شیخ محمد احمد مظہر قادیانی ایڈووکیٹ امیر قادیانی جماعت ضلع فیصل آباد کی بیوی نور جہاں کا ۱۳/ اگست ۱۹۸۲ء کو انتقال ہوا تو "ناصرات الاحمدیہ" فیصل آباد نے اپنے ایک تعزیتی بیان میں کہا کہ:

"مرحومہ ایک برگزیدہ ہستی اور قابل رشک خاتون تھیں' کیونکہ آپ کو یہ دوہرا فخر حاصل ہے کہ آپ حضرت حامد حسین خان صاحب' صحابی حضرت اقدس (مرزا غلام احمد) کی لخت جگر تھیں اور پھر ایک صحابی ہی کے بیٹے یعنی حضرت شیخ محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ کی رفیقہ حیات بنیں۔"

(الفضل ۷/ ستمبر ۸۲ء کالم ص ۶)

وحی اور صحابہؓ کی توہین:

"اصحاب احمد یہ بھی بہت احتیاط کرتے' یہی حال ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نظر آتا ہے۔ اس وقت بھی صحابہ بہت احتیاط کرتے تھے اور ہم نے یہ دیکھا کہ جتنا بڑے مرتبے کا صحابی ہوتا اتنا ہی وہ محتاط ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایماء پر جب عام شہادت کی ضرورت پیش آئی اور آپ نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ "ینصرک رجال نوحی الیہم من السماء" (تحفہ بغداد ص ۲۰) یعنی میں ایسے بندے مقرر کروں گا تیری مدد کے لئے جن پر میں وحی کر رہا ہوں گا تو لاؤ وہ وحیاں کہاں چھپا کے رکھی ہوئی ہیں' تو صحابہ نے بکثرت پیش کیں اور ان میں سے شہادت کلام کے موقع پر بیان بھی ہوئیں' تو خدا تعالیٰ نے ان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بکثرت صاحب وحی' صاحب کشف و الہام پیدا کئے جو اپنی بات آپس میں کرنے کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش فرمایا کرتے تھے۔"

(الفضل ۱۰/ اکتوبر ۱۹۸۲ء ص ۳)

مقصد بعثت مرزا' اصلاح مسلم و نوع انسانی:

"آپ (مرزا غلام احمد) صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی مبعوث نہیں ہوئے' بلکہ پوری نوع انسانی کی اصلاح کر کے اسے دین واحد یعنی اسلام پر متحد کرنا آپ کی بعثت کا اصل مقصد ہے۔ اور ہم آپ کے پیرو ہونے کی حیثیت میں اس کے لئے مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں' کہ آپ اسلام کو کس طرح دنیا میں غالب کریں گے؟ اور اس بارہ میں آپ کی جماعت کا پروگرام کیا ہے؟ حضور (مرزا طاہر) نے فرمایا: ہم اس بارہ میں دو طریقے سے آگے بڑھ رہے ہیں' ایک طرف ہم مسلمانوں کی اصلاح اور ان کی حالت بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں کو محبت' پیار اور خدمت کے ذریعہ اسلام میں داخل کر رہے ہیں۔"

(مرزا طاہر کی تقریر الفضل ۱۱/ اکتوبر ۱۹۸۲ء ص ۵)

اسلام اصلی شکل میں پھیلانے کا دعویٰ:

"حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (مرزا غلام احمد) نے اسلام کے متعلق پائی جانے والی تمام غلط فہمیوں کو دور کر کے اسے اس کی اصل شکل میں از سر نو پیش کیا ہے اور جماعت احمدیہ کے ذریعے اسے ساری دنیا میں پھیلانے کا انتظام کیا ہے' چنانچہ اس وقت سے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کی مہم جاری ہے۔" (الفضل حوالہ بالا)

قادیانیت کے پھیلنے سے دنیا بچ جائے گی:

"جتنی جلدی آپ لوگوں کو

احمدیت کی طرف لے کے آئیں گے‘ اتنی جلدی دنیا کو بچانے کے امکانات پیدا ہوجائیں گے‘ ورنہ تو حالات بڑے خراب ہیں۔ پاکستان بھی اسی دنیا کا ایک حصہ ہے‘ پس مذہبی ذمہ داریوں کے علاوہ حب الوطنی کا بھی تقاضا ہے کہ ہم جلد از جلد بنی نوع انسان کی ہدایت کا سامان کریں۔“

(الفضل ۲۴/اکتوبر ۸۲ء ص ۴)

قادیانیت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا:

”حضور (مرزا طاہر) نے نہایت جلالی شان‘ بارعب آواز میں کہا: دیکھئے دیکھئے! اللہ تعالیٰ کی تائید سے یہی نہیں کہ دنیا کی بستیاں آباد ہوجائیں گی‘ یہاں اس کے برخلاف جو کچھ ہے‘ وہ لوگوں کی خواہیں جو کبھی پوری نہیں ہوں گی۔“

(الفضل ۱۰/نومبر ۸۲ء ص ۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین:

”حضرت بابا گرو نانک رحمۃ اللہ علیہ جیسی بزرگ شبیہ کی صورت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد نور کا ہالہ اس قدر تیز ہے کہ آنکھوں چندھیا جاتی ہیں‘ باوجود کوشش کے شبیہ مبارک پر نظر نہیں تکی۔“ (الفضل ۹/نومبر ۱۹۸۲ء ص ۳)

پاکستان میں قادیانی ازم:

”ایک وقت آئے گا کہ اس ملک میں مسیح موعود (مرزا غلام احمد) علیہ السلام کے ذریعے وہی جھنڈا گاڑا جائے گا‘ جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہے۔“

(الفضل ۱۰/نومبر ۸۲ء ص ۸)

”ہر جگہ‘ ہر بستی‘ ہر قریہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کا جھنڈا گاڑا جائے گا‘ یعنی وہ جھنڈا جو درحقیقت حضرت محمد مصطفیٰ کا جھنڈا‘ تمام دشمنان اسلام کی ہر خواب نامراد ہوجائے گی۔“

(الفضل ۵/جون ۸۳ء)

”آج خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منوانے کا فریضہ ہم احمدیوں کو سونپا گیا ہے۔“ (الفضل ۲۳/جولائی ۸۳ء ص ۲)

ان تمام زہریلی تحریروں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانی نہ صرف ملت اسلامیہ کے دشمن ہیں بلکہ مملکت خداداد پاکستان کے بھی غدار ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ ان سے رواداری نہ برتے‘ ان سے نرمی و رواداری برتنا ملک و ملت کے نقصان پر منتج ہوگا۔

☆☆............☆☆

HB TRUSTABLE MARK

Hameed BROS JEWELLERS

3, Mohan Tarrace Sharhah-e-iraq Saddar Karachi. Code: 74400

Phone : 5675454, 5215551 Fax : (092-21) -5671503

مولانا حافظ انوار الحق

رزقِ حلال کی فضیلت و اہمیت

"انما اموالکم و اولادکم فتنۃ و اللہ عندہ اجر عظیم."

(سورۃ تغابن رکوع:۱۶ آیت ۱۵)

ترجمہ: "تحقیق تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش کی چیزیں ہیں اور اللہ کے پاس ہی بڑا اجر ہے۔"

مہربان میزبان:

انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز فرمایا ہے تو جیسے ایک معزز مہمان کے آنے سے پہلے میزبان آنے والے مہمان کے لئے راحت و سکون کے تمام اسباب مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مہمان وارد ہونے کے بعد تفکرات سے بے نیاز ہوکر جس مقصد کے لئے آیا ہے' اس میں ہمہ تن مصروف رہے' اسی طرح مالک کائنات نے انسان کے وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں اپنی نعمتوں کا عظیم دسترخوان بچھا کر آدم کی اولاد کو صرف اور صرف اپنے یعنی ذات باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر عبادت کرنے کا حکم فرماکر مقصد تخلیق ہی: "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" قرار دیا' شرعی حدود وقیود کے اندر رہتے ہوئے انسان کو ان تمام نعمتوں کے اپنے کام میں لانے کی اجازت مہیا فرمادی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم کا خطاب دے کر اسے خوبصورت شکل وصورت عطا کی' عالم رنگ وبو کی ہر چیز اس کے واسطے پیدا کرکے سب چیزوں کو اس کا خادم اس لئے بنایا کہ انسان ان تمام نعمتوں اور قدرت باری تعالیٰ کے دلائل ونشانیوں میں غور کرکے اس کی خالقیت' مالکیت' ربوبیت اور حاکمیت کی پہچان اور اس کی عبادت و اطاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کردے۔

نعمتیں: انعام بھی اور امتحان بھی:

اللہ تعالیٰ کی انہی دی ہوئی نعمتوں کو اگر اس کے بتائے ہوئے اصول اور قواعد کے مطابق استعمال کیا جائے تو خیر اور بھلائی کا ذریعہ بن جاتی ہیں' اور اگر وہی نعمتیں دنیاوی لذات کے حصول اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں خرچ کردی جائیں تو اللہ کے بتائے ہوئے اصول سے انحراف کی وجہ سے انسان جہنم کے اسفل ترین مقام تک پہنچ جاتا ہے' گویا بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے جتنی نعمتیں پیدا کرکے اسے حوالے کردیں' ان میں خیر کا پہلو بھی ہے اور شر کا بھی۔ اس خیر اور شر کے درمیان بنی نوع آدم کی آزمائش ہے۔ اسی نعمت کو اگر منعم حقیقی کی مرضیات کے تابع ہوکر استعمال کیا جائے تو یہ نعمت بھی خیر محض بن کر انسان کی بھلائی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اگر اسی نعمت کو اپنے ہوائے نفس یعنی اپنی پسند وناپسند کے معیار پر پرکھ کر خرچ کیا جائے تو یہی نعمت شر محض بن کر اس کی تباہی و بربادی کا ذریعہ ہوجاتی ہے' اللہ تعالیٰ کی لاانتہائی نعمتوں کی وسیع فہرست میں سے چند نعمتوں پر اگر نظر دوڑائیں تو ہر نعمت میں ان دونوں کا احتمال ہے' صحت وسلامتی بدن ہی کو لے لیجئے' کتنی بڑی نعمت ہے' اس کی قدر واہمیت کا اندازہ کسی معذور ومریض کو دیکھ کر خود بخود ہوجاتا ہے یا بیماری میں مبتلا شخص سے تندرستی کے فوائد اور صحت مند شخص کو اس کے حسرت بھری نگاہ سے دیکھنے پر اندازہ ہوگا' اب اسی نعمت صحت وتوانائی میں بھی رب کی طرف سے امتحان ہے کہ اس قوت وطاقت کے دور کو عبادت الٰہی اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے صرف کرتا ہے یا کہ شیطانی امنگوں کی تکمیل کے لئے لہو ولعب میں گنوا کر عاقبت کو برباد کیا جائے' ان بے شمار نعمتوں میں سے دو ایسی نعمتوں کا بیان جن میں مبتلا رہ کر اکثر وبیشتر مسلمان اپنی آخرت کو بگاڑ لیتے ہیں' حسب ذیل ہیں:

مال واولاد:

وہ نعمتیں مال واولاد ہیں' ان دونوں کے سلسلہ میں بار بار قرآن واحادیث میں اعتدال واحتیاط ملحوظ رکھنے کی تلقین فرماکر ان دونوں کو بہت بڑا فتنہ وامتحان قرار دیا گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مال واولاد کی محبت میں گرفتار ہونے کے بعد یہ دونوں زیادہ تر معصیت کا سبب بن جاتے ہیں' اور اگر ہم اپنے اور اپنے گردو پیش مسلمانوں کے حالات پر نظر دوڑائیں تو مشاہدہ اور اعمال سے بھی یہی ثابت ہورہا ہے کہ ہمارے مادی وروحانی زوال کا سب سے بڑا سبب مال واولاد کی محبت میں گرفتار ہوکر آخرت و مذہب سے غافل ہونا ہی ہے۔

کسب حلال:

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف سے بار بار مذمت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بقدرِ ضرورت کسبِ دنیا بھی حرام ہے بلکہ رحمۃ للعالمینؐ نے تو "کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ" کا فرمان جاری کر کے دنیا کے بقدر مجبوری وضرورت مال کمانے کو فرض شرعی قرار دے دیا' کسب حلال کو فریضہ قرار دے کر بطور آزمائش اس مال کے سلسلہ میں شرائط بھی عائد کر دی گئیں۔ مثلاً مال حاصل کرنے کے وسائل اور ذرائع جائز ہوں ناجائز ذرائع سے مال جمع کرنے سے احتراز کیا جائے اور جو مال حلال راستوں سے آتا ہے وہ نعمت بن کر اس میں اللہ تعالیٰ برکت بھی ڈال دیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"حضرت خولہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ مال ایک سبز وشیریں شے ہے' اس لئے جو شخص اس مال کو حلال ذریعہ سے حاصل کرے' اس کے لئے اس میں برکت عطا کی جاتی ہے۔" (ترمذی)

مال حاصل کرنے کی اس ایک ہی شرط کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے کمانے کے وسائل پر غور کرنا چاہئے کہ ہم سے کتنی کوتاہیاں ہورہی ہیں' ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کے مقابلہ سیم وزر ہوس دنیا میں ہر ایک سے آگے نکلنا چاہتا ہے رکنے اور تھکنے کا نام ہی کوئی نہیں لیتا بلکہ کئی دوست بڑی بے فکری اور ڈھٹائی سے فخریہ انداز میں آپ کو کہتے ہوئے ملیں گے کہ یہی وقت ہے جوانی اور صحت کا اس میں جتنا ہو سکے کمایا جائے' بڑھاپا تو کمانے کا زمانہ نہیں ہوتا' ان بدبختوں نے کبھی یہ سوچا:

کمائی کا اصل وقت شباب ہے:

اصل کمائی تو اللہ تعالیٰ کی عبادات اور اس کی مرضیات پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے لئے بہترین وقت جوانی کا وقت ہوتا ہے' اس کمائی میں بھی کبھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا تصور تک کیا ہے؟ ہزار روپے حاصل کر کے دو ہزار کی فکر میں لگ جاتے ہیں' دنیا کی محبت اور آگے بڑھنے کی خواہشات بڑھتی رہتی ہیں' اور یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ آخر کار موت آنے پر خودبخود ختم ہو کر دنیاوی خواہشات کی فلک بوس عمارات مٹی میں مل جاتی ہیں' کبھی غور کیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل رشک زیادہ مال حاصل کرنے والے کی زندگی کو قرار دیا ہے یا وہ شخص جو بقدر کفایت دنیاوی وسائل کے حصول کا متمنی اور اسی پر عمل پیرا بھی ہو' ارشاد ہے:

حضور ﷺ کے دوست:

جناب ابوامامہؓ حضور پاک ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: میرے نزدیک میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابل رشک (مالی اعتبار سے وہ) شخص ہے جو کم مال واولاد والا ہو بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو' اپنے رب کی عبادت بہتر طریقہ سے ادا کرنے والا ہو' جیسے ظاہر میں احسن طریقہ سے عبادت ادا کرتا ہے' اسی طرح لوگوں کی نظروں سے چھپ کر بھی طاعت خداوندی میں مصروف رہتا ہو' لوگوں میں غیر مشہور اور گمنام ہو' لوگ اس کی شہرت کی وجہ سے اس کی طرف اشارے نہیں کرتے اور اس کا رزق بقدر کفایت ہو اور یہ بقدر ضرورت رزق حاصل ہونے پر صابر وقانع ہو یہ فرمانے کے بعد آپؐ نے انگلیوں سے چٹکی بجا کر فرمایا کہ ایسے شخص کی موت آنا فاناً واقع ہو کر (فتنوں اور گناہ کی آلودگیوں سے بھری دنیا سے اسے جلدی نجات مل جاتی ہے) اس کی موت پر رونے والی عورتیں تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہوتی ہیں اور اس کا متروکہ مال بھی اتنا قلیل کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ (الترمذی)

یعنی زیادہ اہل وعیال' مال ودولت کے بوجھ' دنیاوی تفکرات وحرص ولالچ سے عاری ہو کر فراغ قلب وذوق کے ساتھ بیشتر وقت حق تعالیٰ کی طاعت وعبادت میں منہمک رہتا ہو' اپنے مالک وخالق کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل پیرا رہنے کے لئے شہرت اور انسانوں کی داد وتحسین کا خواہش مند نہ ہو اور نہ کسی سے بدلہ وانعام لینے کا آرزومند' بلکہ لوگوں کے درمیان رہ کر عبادت وطاعت' دین وعلم کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے خاموشی سے جہد مسلسل میں مشغول ہو' اور ایک وقت اس پر ایسا بھی آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے مطابق اس کے جسم وجان کا رشتہ منقطع ہو کر نہایت سکون وآسانی سے اپنی جان' مالک حقیقی کے سپرد کر دیتا ہے' دنیا سے رخصت ہوتے وقت نہ اسے یہ غم وفکر کہ زیادہ مال ودولت رہ کر اس کا کیا بنے گا اور نہ یہ حسرت کہ پیچھے رہ جانے والی اولاد کہیں فتنہ کا سبب نہ بن جائے۔

ہمارا انداز فکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز سے مختلف ہے' ہمارے معاشرہ میں وہ مرنے والا خوش قسمت سمجھا جاتا ہے' جس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بینکوں میں دولت بے حساب ہو' لاش پر رونے والوں کی کثرت اور زندگی میں شہرت کا دلدادہ ہو۔

محترم قارئین بات حلال ذرائع سے مال حاصل کرنے کی ہو رہی تھی' جسے اللہ جل شانہ نے بھی اپنے رسولوں اور برگزیدہ بندوں کو خطاب کے دوران "کلوا من الطیبات واعملوا صالحا" میں طیبات کے نام سے یاد فرمایا کہ انسان کو جائز وحلال وسائل وذرائع سے حلال وپاکیزہ اموال حاصل ہوں' ان سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اللہ کے خوف اور حلال وحرام کا امتیاز رکھنے والے شخص کے لئے دولت مذمت کی چیز نہیں۔

مال حلال' مومن کے لئے ڈھال:

ایک صحابی نے روایت کی ہے کہ ہم مجلس میں

بیٹھے تھے کہ حضورؐ آ کر ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے' آپؐ کے سر مبارک پر غسل کی وجہ سے تری بھی تھی' ہم نے عرض کیا کہ اس وقت ہم آپ کو خوش دیکھ رہے ہیں' حضورؐ نے جواب ہاں میں دیا' راوی کہتے ہیں کہ اس وقت صحابہ مالداری کے ذکر میں مشغول ہوئے' آنحضرتؐ نے ہماری گفتگو سن کر فرمایا کہ اس شخص کے دولت مند ہونے میں کوئی حرج نہیں جو اللہ سے ڈرے' نیز صحت مندی (وہ غربت کے ساتھ کیوں نہ ہو) دولت مندی سے زیادہ بہتر ہے اور خوش دلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

ایک اور مقام پر حضورؐ نے حلال مال کو مومن کے لئے بڑی ڈھال سے تعبیر فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسب و محنت کر کے حلال روزی نہ کمائے تو اسے اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے ایسے متمول لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں' جو تعاون و امداد تو کیا بلکہ ذلیل و رسوا کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے' تو ایسا مال جس کے ذریعے حرام و مشتبہ امور میں گرفتار ہونے سے بچ سکے کا حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

بقدر ضرورت کمائی کی اہمیت و ضرورت تو کسی حد تک واضح ہوگئی مگر اس شرط کے ساتھ جو پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ آمدنی کے وسائل شرعی حدود و قیود کے اندر ہوں' اللہ رب العزت کے رسولوں اور انبیاؑ نے بھی حلال طریقوں سے رزق کمایا۔ حرام ذرائع سے مال حاصل کرنا نہ صرف شرعی بلکہ اخلاقی و معاشرتی خیانت و جرم ہے بلکہ حرام کمائی والا معاشرہ کے تمام افراد کی نظروں میں ذلیل و گھٹیا شمار کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی نماز جیسی اہم عبادت کو بھی قبول نہیں فرماتا جب کہ حلال راستوں کو اختیار کرنے والا لوگوں کی نظروں میں بلند مرتبہ باعزت اور مالک الملک بھی اسے اپنا محبوب بنا کر جنتی ہونے کی بشارت سے نواز دیتے ہیں۔

زمانہ حال' حضورﷺ کی پیشگوئی:

ہم تو شاید ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جس کے بارے میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگوں پر ایسا دور آنے والا ہے کہ لوگوں کو یہ پروا نہ ہوگی کہ دولت حرام ذرائع سے کمائی ہے یا حلال سے۔" (بخاری)

انفرادی بھی طور پر ہر فرد (الا ماشاء اللہ) ارتکاز دولت کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد حرام کو بھی شیر مادر سمجھ کر اس سے بچنے کا تصور ہی ختم ہوگیا ہے' اجتماعی اور حکومتی سطح پر آئے دن ناجائز طریقوں سے نئی نئی اسکیموں اور پروگراموں کا اجراء زور و شور سے کیا جا رہا ہے' سودی لین دین قمار بازی' سٹہ بازی اور رشوت وغیرہ جیسے غیر شرعی اور حتمی حرام کاروبار کو حکومتی نظام چلانے کے لئے اہم جزو سمجھ کر جائز و ناجائز حلال و حرام کی ساری اخلاقی و دینی اقدار کو توڑ کر حضرت انسان کو صرف "نرا حیوان" بنایا جا رہا ہے۔

اب جہاں اسلام نے کسب معاش کے سلسلہ میں حرام و حلال' جائز و ناجائز مکروہ مستحب جیسے کئی قیود عائد کر کے ناجائز دولت حاصل کرنے کے راستے ختم کر دیئے' وہاں اس حلال کمائی کے انفاق یعنی خرچ کرنے میں بھی صاحب مال کو آزاد نہیں چھوڑا' کہیں وہ یہ نہ سمجھ لے کہ یہ تو اس کی ذاتی جاگیر اور ملکیت ہے' جہاں چاہے جیسے چاہے خرچ کر سکتا ہے' قدم قدم پر اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمتوں میں انسان کا امتحان لے رہے ہیں' جتنے خطرات اور مضرات کے امکانات دولت کے حاصل کرنے میں تھے اس سے کئی گنا بڑھ کر اس کے خرچ کرنے میں بھی ہیں' مال کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے اسلام نے دیگر عبادات مثلاً نماز' روزہ کی طرح انفاق کے بھی اصول و قوانین مقرر فرما دیئے کہ ان حدود میں رہتے ہوئے مال کو استعمال میں لاتا ہے۔

(جاری ہے)

والدین کے لئے ایصال ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لئے حج بدل ہو سکتا ہے، ان کی روح کو آسمان میں اس کی خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ شخص اللہ کے نزدیک فرمانبرداروں میں شمار ہوتا ہے، اگر چہ پہلے سے نافرمان ہو، ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کی طرف سے حج کرے تو ان کے لئے ایک حج کا ثواب ہوتا ہے اور حج کرنے والے کے لئے نو حج کا ثواب ہوتا ہے۔

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے:

"الحمد لله رب العالمين رب السموات ورب الارض رب العالمين وله الكبرياء في السموات والارض وهو العزيز الحكيم. لله الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمين. وله العظمة في السموات والارض وهو العزيز الحكيم. هو الملك رب السموات ورب الارض ورب العالمين. وله النور في السموات والارض وهو العزيز الحكيم۔"

اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ: "یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے" اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔

مرسلہ: سید بلال انوار الحسن

سفر عطا کرے' تجھے خیر کی راہ پر رکھے اور تیرے فکر و تشویش کے لئے کافی ہو جائے۔"

پھر جب وہ صاحب حج سے واپس آئے' بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا' تو آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا:

"اے لڑکے! اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے' تمہارے گناہ معاف کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا کرے۔" (مجمع الزوائد)

دیکھا آپ نے! حضورؐ عازمِ حج کو جو زادِ سفر ساتھ کیا' وہ تقویٰ اور دعا کا تھا' تقویٰ گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے والی باتوں سے اپنے آپ کو بچانے کا نام ہے' اس لئے ضروری ہے کہ حج خالص اور غیر مشتبہ مال سے جائے اور حرام تو کجا' انسان اپنے آپ کو مشکوک سے بھی بچائے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے حرام کمائی سے بیت اللہ شریف کا ارادہ کیا تو جب وہ احرام باندھتا ہے' اپنا پاؤں رکاب میں رکھتا ہے اور سواری اسے لے کر چلتی ہے' پھر وہ کہتا ہے: "لبیک اللھم لبیک" تو آسمان سے ایک ندا دینے والا ندا لگاتا ہے: "لا لبیک ولا سعدیک" (تمہاری حاضری قبول نہیں)' تمہاری کمائی حرام' تمہارا توشۂ سفر حرام اور تمہاری سواری حرام' گناہوں کا بوجھ لے کر اور اجر و ثواب سے محروم لوٹ جاؤ اور ایسی خبر سنو جو تم کو غمگین کرے اور جب حاجی مال حلال کے ذریعہ سفر شروع کرتا ہے' اپنا پاؤں رکاب میں رکھتا ہے اور سواری اسے لے کر چلتی ہے' پھر وہ کہتا ہے: "لبیک اللھم لبیک" تو منادی آسمان سے ندائے غیبی لگاتا ہے: "لبیک وسعدیک" (میں نے تمہارا آنا قبول کیا)' تمہاری سواری حلال ہے' تمہارا کپڑا حلال ہے اور تمہارا توشۂ سفر حلال ہے' اجر کے ساتھ' گناہ کے بوجھ سے محفوظ لوٹ جاؤ اور ایسی خبر سنو جو تمہارے لئے خوش کن ہو۔"

(مجمع الزوائد باب فی الحج والحرام)

سود کا پیسہ ہو' رشوت کی رقم ہو' ناجائز تجارت یا ملازمت کی آمدنی ہو' زمینوں پر غاصبانہ قبضہ کر کے اسے فروخت کیا گیا ہو' شادی میں بیوی یا بہو کے والدین سے رقوم اینٹھیں گئی ہوں' بہنوں کو میراث سے محروم کر کے جائیداد بڑھائی گئی ہو' یا کسی اور طور پر مال حرام حاصل کیا گیا ہو' نہ ان کو حج میں استعمال کرنا جائز ہے اور نہ یہ درست ہے کہ حاجی اپنے کاندھوں پر یہ بارِ گناہ رکھ کر ساتھ لے جائے اور اس سے تائب نہ ہو۔

حج کے ذریعہ مومن کی نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور ایمان کی تجدید عمل میں آتی ہے' اسی لئے اسلام کو بھی آپ ﷺ نے پچھلے گناہوں کو ختم کرنے والا قرار دیا ہے اور حج کو بھی' نئی زندگی کے لئے زندگی میں انقلاب اور صالح تبدیلی کا آنا ضروری ہے اور اس انقلاب کی ابتدا توبہ سے ہوتی ہے' توبہ کیا ہے؟ اپنے گناہوں پر شرمساری اور اس کی تلافی کی کوشش' خاص کر جہاں لوگوں کے حقوق کا معاملہ ہو' وہاں ضروری ہے کہ حقوق کو ادا کیا جائے یا حقوق معاف کرائے جائیں' ورنہ ایسا نہ ہو کہ آپ کہیں: "خداوندا! میں حاضر ہوں" اور خدا کی طرف سے جواب آئے: "بندے! تیری حاضری قبول نہیں" یہ کیسی محرومی و نامرادی اور کم نصیبی و بدبختی ہوگی؟

حج کا مقصد روح کو غذا پہنچانا اور اس کے لئے قوت و تازگی کا سروسامان مہیا کرنا ہے' اگر انسان وہاں پہنچ کر بھی سامانِ دنیا کی خریداری کے لئے بے چین ہو اور لوگوں کے لئے دعاؤں اور نیک تمناؤں کی سوغات لے جانے کے بجائے کپڑے اور کمبلوں کا تحفہ خریدتا پھرے' تو اس سے زیادہ ناموزوں بات اور کیا ہوگی؟ یہ متاعِ ناپائیدار تو ہر جگہ میسر ہے' وہاں تو دین و ایمان کی متاعِ گراں مایہ جمع کرنی ہے' لیکن افسوس کہ ارکانِ حج پورے بھی نہیں ہوتے ہیں کہ بہت سے حجاج واپسی کا اور واپس ہوتے ہوئے اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے لئے تحائف کے خریدنے کا پروگرام بنانا شروع کر دیتے ہیں' حج کا اصل تحفہ دعا ہے اور میسر ہو تو ارضِ مبارک کے تبرکات زمزم اور کھجور اور بس۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت حجاج کی تعداد ہمیشہ سے زیادہ ہے اور ہر سال اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے' حج کی مشقتیں بھی نسبتاً کم ہوتی جاتی ہیں' کسی زمانہ میں حج کو بڑھاپے کی عبادت سمجھا جاتا تھا' لیکن آج نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد حج کا سفر کرتی ہے' لیکن امت کی ذلت و رسوائی اور اس کی حرماں نصیبی بھی ہے کہ بڑھتی جاتی ہے' ہماری دعائیں' ہماری التجائیں اور آہ و زاریاں لگتا ہے کہ بارگاہِ ربانی سے واپس کر دی جاتی ہیں۔ آخر یہ کیوں ہے! اس لئے کہ ہماری عبادتیں بے روح ہوگئی ہیں' وہ اخلاص و اہتمام سے عاری ہیں' اسی لئے وہ بے تاثیر سی ہوگئی ہیں' کیونکہ جو صورتیں حقیقت سے محروم ہوں وہ بے تاثیر ہوا کرتی ہیں۔

☆☆..............☆☆

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

عازمینِ حج کا توشۂ سفر

تیرا جب سامنا ہوگا تڑپ اٹھے گا میرا دل
میری آنکھوں سے اشکِ غم مسلسل بہہ رہا ہوگا
ندامت کے پسینے میری پیشانی پہ ابھریں گے
میرا دل اپنی عصیاں پروری پر جل اٹھا ہوگا
لپٹ کر تیرے دامن سے کہوں گا اپنی سب حالت
نہ جانے کس طرح مجھ سے بیانِ مدعا ہوگا

پروانۂ شمع نبوت مولانا احمد عروج قادری مرحوم کے یہ اشعار عازمین حرم کے جذبات و احساسات کی کیسی خوب ترجمانی ہے! حرم کعبہ کیا ہے؟ تجلیات ربانی کا مظہر جلیل' اہل ایمان کے احترام وتقدیس کا دنیا میں سب سے بڑا مرکز' امتِ مسلمہ کے وحدت و اجتماعیت کا نشانِ عالی شان' جہاں پہنچ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس نے بارگاہِ ربانی کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی رکھ دی ہے اور اس کے گنہگار ہاتھوں میں کعبہ کا غلاف نہیں' بلکہ خدائے رحیم وکریم کا دامن رحمت آ گیا ہے' جہاں عاصی و نافرمان پیشانیوں میں بھی سجدے مچلنے لگتے ہیں اور جہاں گنگ زبانیں بھی خدائے ذوالجلال سے ہمکلام ہونا چاہتی ہیں' مکہ مکرمہ سے قریب ہی شہر جاناں ''مدینہ منورہ'' ہے' یہاں کعبہ ابراہیمی تو موجود نہیں اور قبلہ عبادت بھی یہ نہیں ہے' لیکن یہ مسلمانوں کا کعبۂ محبت اور قبلہ مقصود ہے' جس کے ذرہ ذرہ سے محبت کی بوئے شمیم اٹھتی ہے اور ہر مسلمان کے مشامِ جاں کو عطر بیز کر دیتی ہے' جس کا تصور بھی قلب کے لئے سامانِ سکون ہے اور جس کی گردِ راہ چشم محبت کا سرمہ اور مریض عشق کے لئے اکسیر ہے' کہنے والے نے خوب کہا ہے:

تمنا ہے درختوں پہ ترے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

کہ اسی کی آغوش میں وہ پاک اور عظیم ہستی آسودۂ خواب ہے' جس کی غلامی کا طوق بادشاہوں کے لئے تمغۂ افتخار اور وسیلۂ عزت و وقار ہے' پھر اسی شہر جاناں میں شمع نبوت کے ہزاروں پروانے آرام فرما ہیں' یہاں کی فضاؤں میں بھی جاں نثارانِ اسلام اور فداکارانِ محمدی کی لہو کی خوشبو رچی بسی ہے۔

یہ بلبلوں کا صبا مشہور مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں!

کتنے خوش بخت اور سعادت مند ہیں' وہ لوگ جنہیں اس دیارِ مقدس میں حاضری کا اور اس کوچۂ محبت میں دیدۂ دل بچھانے کا شرف حاصل ہو کہ اگر انسان یہاں سر کے بل چل کر جائے' تب بھی شاید زمین کے تقدس کا حق ادا نہ ہو' جہاں امام مالک ؒ پوری زندگی رہنے کے باوجود ہمیشہ برہنہ پا چلا کئے اور چپل پہننا گوارا نہیں کیا' اس سعادت کا حال ان عاشقانِ نامراد سے پوچھنا چاہئے جن کے سینوں میں تمنائیں کروٹ لیتی ہیں اور بعض مرتبہ یہ آرزو اور اشتیاق موتی بن کر دیدۂ دل سے دیدۂ چشم تک پہنچ جاتا ہے' لیکن ان کے خواب تشنۂ تعبیر رہ جاتے ہیں' شاید ان کی یہ چاہت اور آرزو ہی ان کے حق میں حرمین شریفین کی حاضری کا بدل بن جائے کہ لذتِ ہجر کا مقام لذتِ وصال سے بھی سوا ہے۔

لیکن جیسے زیارت حرمین کی سعادت' سعادت عظمیٰ ہے' اسی طرح اسی قدر اس کی رعایت اور پاس و لحاظ بھی ضروری ہے' جو نعمت جتنی بڑی ہوتی ہے' اس کی ناقدری اور مرتبہ ناشناسی اسی قدر نقصان دہ بھی ہوتی ہے' اس لئے جو لوگ حج کو جائیں' ضروری ہے کہ وہ ان آداب کی رعایت بھی رکھیں جو اس سفر سعادت اور سفر شوق و محبت کے لئے مطلوب ہیں اور یہی ان کا اصل توشہ سفر ہے' ایسا نہ ہو کہ دنیا کی متاعِ حقیر اور مادی توشہ سفر سے تو آپ خوب آراستہ ہوں' لیکن جو سامانِ سفر اس سے زیادہ اہم ہے اور جو قلب و روح کی غذا ہے' اسی سے آپ محروم ہوں۔ راحت و آسائش کے سامان کہیں بھی خریدے جا سکتے ہیں اور قرار و سکون کے لمحات کے لئے ساری عمریں پڑی ہیں' لیکن جب آپ بے قراری کے خریدار ہیں اور خدا کی راہ میں تڑپنے اور بے سکون ہونے کی راہ منتخب کر رہے ہیں تو ضروری ہے کہ پہلے دل و روح کے لئے توشہ سفر تیار کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک نوجوان آئے اور عرض کیا کہ میں حج کے لئے نکل رہا ہوں' آپ تھوڑی دور ان کے ساتھ چلے' پھر سر مبارک اٹھایا اور اس نوجوان سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے لڑکے اللہ تجھے تقویٰ کا زاد

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

طلاق کے اسباب اور تدارک

پاکستان میں اگرچہ طلاق کے واقعات کا تناسب اتنا نہیں جتنا کہ دیگر ممالک میں ہے تاہم کچھ عرصہ سے طلاق کے واقعات میں قدرے اضافہ ہوا ہے۔ مشرقی لڑکیاں طلاق کا باعث عموماً بہت کم بنتی ہیں، کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات بخوبی بیٹھ چکی ہوتی ہے کہ طلاق کی صورت میں ان کا مستقبل تاریک ہوگا اور معاشرہ میں نکاح ثانی کو جن نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اس کی بنا پر بھی کوئی پاکستانی لڑکی کوئی ایسی غلطی نہیں کرتی جس سے اس کا سہاگ اجڑ جائے، پھر تاخیر سے رشتہ طے ہونے اور مناسب رشتہ کی انتظار میں جس ذہنی اذیت سے ایک بار ایک لڑکی دوچار ہو چکی ہو وہ دوبارہ اس قسم کی صورتحال سے دوچار ہونے کے لئے کوئی خطرہ مول نہیں لیتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اب معاملہ پہلے سے بھی دشوارتر ہوگا۔

ہمارے معاشرے میں لڑکیاں سسرالی گھر میں وہ سب کچھ برداشت کر لیتی ہیں جن کی اپنے گھر میں انہیں ہوا بھی نہیں لگی ہوتی اور جس کا انہوں نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا ہوتا، وہ اپنے شوہر کے علاوہ اپنے سسر، ساس اور دیگر تمام سسرالی رشتہ داروں کی مقدور بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ خدمت گزاری قبول کرتی ہے اور اس کے عوض صرف شوہر کی توجہ اور پیار چاہتی ہے جو کہ بہت کم کے حصہ میں آتا ہے، ہمارے معاشرے کی دیگر امور میں افراط وتفریط کے ساتھ ساتھ ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اکثر گھرانوں میں بہو ہی کو گھر کے سارے کام کاج کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور بہو کے گھر آتے ہی گھر کی خواتین سکھ کا سانس لینا چاہتی ہیں اور یہ سمجھنے لگتی ہیں کہ بس اب ان کے کام کاج سے ریٹائر ہونے اور آرام کرنے کا مرحلہ آ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ یہ توقع رکھتی ہیں کہ ان کی بہو سب سے پہلے بیدار ہو اور گھر کی صفائی اور ناشتہ کی تیاری سے فارغ ہو کر دیگر لوگوں کو جگائے اور ان کی آنکھ کا تارا کہلائے، رات کو وہ سب سے آخر میں سوئے اور کسی کی بات پر اُف تک نہ کہے۔

بہو گھر میں لائی جانے والی ایک ایسی دیومالائی شخصیت ہونی چاہئے کہ جس سے گھر کے چھوٹے سے بڑے تک ہر شخص چھوٹا بڑا ہر کام کہہ سکے اور اس کو انکار کی جرأت نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا اپنا کوئی مطالبہ نہ ہو اور نہ ہی وہ اپنی کسی خواہش کا دبے لفظوں بھی ذکر کرے، اسے جو کھانے کو دیا جائے کھالے اور جو پہننے کو ملے پہن لے، اس کی پسند ناپسند کا کوئی تذکرہ نہیں، وہ اپنی مرضی سے اپنے شوہر کے ساتھ بھی کہیں نہ جائے۔

بعض گھرانوں میں بہو پر اس قدر ذہنی دباؤ ہوتا ہے کہ وہ بے چاری جس کام کو بھی خلوص دل اور نیک نیتی سے انجام دینا چاہتی ہے اس میں کوئی نہ کوئی قباحت گھر والوں کو نظر آ ہی جاتی ہے، چنانچہ بسا اوقات صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور ساس، بہو، نند، بہو اور دیور بھاوج سے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور اس قسم کے جھگڑے بڑھتے بڑھتے نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے، لیکن طلاق کا سبب صرف گھریلو جھگڑے نہیں بلکہ یہ ان اسباب میں سے ایک ہے، اس کے علاوہ متعدد اسباب ہیں جو طلاق کا موجب بنتے ہیں، ان میں سے بعض اسباب ایسے ہیں جو معاشرہ میں وبا کی طرح پھیل کر عام ہو چکے ہیں، ان اسباب کا تدارک ہم سب کی معاشرتی ذمہ داری ہے۔

اب ہم طلاق کے بعض عمومی اور اہم اسباب کا تذکرہ کرتے ہیں:

ا:..... زوجین میں سے کسی ایک یا دونوں کا شریعت کے مقرر کردہ اصولوں سے انحراف وہ سب سے بڑا سبب ہے جو طلاق کے اسباب میں عموماً سرفہرست نظر آتا ہے، متعدد جوڑوں میں طلاق کی نوبت ایسے ہی کسی سبب سے آتی ہے، اگر میں یہ کہوں کہ طلاق کے ستر فیصد واقعات میں یہی سبب موجود ہوتا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا، مثلاً ایک خاتون اپنے شوہر سے پریشان ہے اور طلاق حاصل کرنا چاہتی ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس کا شوہر نشہ کرتا ہے اور مے نوشی یا ہیروئن کا عادی ہو کر یا بُری سوسائٹی کا شکار ہو کر بے روزگار ہو گیا ہے اور گھر میں بچوں کے لئے کچھ نہیں، خاتون خود کام کاج کر کے بچوں کا پیٹ پال رہی ہے اور اپنی عزت داؤ پر لگائے ہوئے ہے۔

کبھی کسی شوہر سے شکایت سننے کو ملتی ہے کہ بیوی صرف بے نمازی نہیں فلموں کی رسیا ہے اور گھر کے معاملات وعبادات سے اسے قطعاً کوئی سروکار نہیں۔ رات بھر ٹی وی، وی سی آر کے سامنے گزارنا اور صبح نصف النہار تک سوئے رہنا عام معمول ہے۔

سمجھانے بجھانے سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا بلکہ معاملہ مزید بگڑ رہا ہے۔ اسی طرح کی شکایات عموماً اس حلقے سے ملتی ہیں جسے ہمارے ہاں اونچی سوسائٹی کے لوگوں کا حلقہ کہا جاتا ہے اور جو عرف عام میں پڑھا لکھا طبقہ کہلاتا ہے۔

۲:۔۔۔۔۔ دوسرا بڑا سبب غصہ ہے، غصہ بھی کسی معقول بات پر نہیں بلکہ بہت ہی معمولی معمولی باتوں پر اور کبھی یہ غصہ اس قدر شدید ہوتا ہے کہ مرد لفظ طلاق کا استعمال کر بیٹھتا ہے اور پھر غصہ فرو ہونے پر لوگوں سے مسئلہ دریافت کرتا اور علماء سے غصے میں دی گئی طلاق کو طلاق نہ ہونے کا فتویٰ حاصل کرنے کے لئے مارا مارا پھرتا ہے بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو فتویٰ اور مسئلہ کی دریافت کا تکلف نہیں کرتے محض اپنے اجتہاد یا عزیزوں، رشتہ داروں یا آس پڑوس اور دوست احباب کے اس مشورہ کو صائب جانتے ہیں کہ غصے میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ دونوں ازدواجی زندگی گزارتے اور زناکاری کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

بسا اوقات لڑائی جھگڑے اور روز روز کی تو تکار سے تنگ آ کر خاتون طلاق کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے اور شوہر بھی اسے عزت نفس کا مسئلہ سمجھتے ہوئے طلاق دے ڈالتا ہے اور پھر اہل علم سے رجوع کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ طلاق تو ہوگئی، چنانچہ اب سوائے پریشانی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

۳:۔۔۔۔۔ تیسرا سبب زوجین کے اہل خاندان میں سے کسی کا ان کی پرائیویٹ زندگی میں مخل ہونا ہے بسا اوقات یہ مداخلت لڑکی کے والدین اور کبھی لڑکے کے والدین میں سے کسی کی طرف سے ایسی ہوتی ہے جو زوجین میں سے کسی ایک کو سخت ناگوار گزرتی ہے اور اس سے تلخیاں پیدا ہوتی ہیں، اصلاح اور نصیحت کی خاطر چند مواعظت کے انداز میں کبھی کبھار کچھ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں مگر اس میں بھی یہ امر پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی دوسرے کے سامنے سخت سست نہ کہا جائے کہ اس سے عزت نفس مجروح ہوتی اور زوجین کے مابین قائم وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

۴:۔۔۔۔۔ طلاق کے اسباب میں سے چوتھا بڑا سبب جہالت ہے، لوگ دینی مسائل سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے شرعی احکامات سے جاہل رہتے ہیں اور اپنی جہالت کی بنا پر لفظ طلاق کا استعمال کرتے ہیں پھر انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اگر بالفرض طلاق کی نوبت آ ہی گئی ہے تو طلاق کس طرح اور کب دی جائے۔ کوئی بھی شخص طلاق دیتے وقت یہ خیال نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کن ایام سے گزر رہی ہے، الا ماشاء اللہ! شاید چند فیصد لوگ ہی یہ بات جانتے ہوں گے کہ طلاق ایام حیض میں نہیں بلکہ ایام پاکیزگی (طہر) میں دی جانی چاہئے، پھر تعلق زوجیت کو منقطع کرنا اگر اتنا ہی ناگزیر ہوگیا ہے تو یکبارگی تین طلاق دے ڈالنا خود اپنے اوپر اور اپنی بیوی پر ظلم کے مترادف ہے، ایسے حالات میں صبر سے کام لینا ضروری ہے اور ناگفتہ بہ حالات میں جب طلاق کے سوا چارہ نہ ہو تو ایک طہر میں ایک طلاق دی جانی چاہئے تاکہ رجوع کا دروازہ کھلا رہے، ممکن ہے اس ایک طلاق کے بعد ہی زوجین میں سے قصوروار کو اپنے قصور کا ادراک ہوجائے اور واپسی کا راستہ اختیار کرسکے۔ یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ پاکیزگی کے ایام میں بھی اس وقت طلاق دینا چاہئے جب ابھی ازدواجی رابطہ (جماع) نہ ہوا ہو اور جس طہر یا جن ایام پاکیزگی میں میاں بیوی جماع کرچکے ہوں ان میں طلاق نہ دی جائے بلکہ اس کے بعد ایام حیض گزرنے دیئے جائیں اور جب نیا طہر (ایام پاکیزگی) شروع ہو تب طلاق دی جائے۔

زوجین کے درمیان کسی شکر رنجی کی صورت میں والدین اور اقارب کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد دونوں کے مابین صلح جوئی کی کوشش کریں اور معاملہ بگڑنے سے قبل ہی اپنا کردار ادا کرکے ایک مشکل مرحلہ سے خود ان کو اور ان کے بچوں کو بچائیں۔

غصہ کی صورت میں بھی عزیز و اقارب کا فرض ہے کہ وہ کسی ایک کے طرف دار بن کر مسئلہ کو مزید الجھانے کی بجائے عارضی طور پر دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرکے ان کا غصہ فرو کریں اور انہیں اس حدیث رسول پر عمل کروائیں جس میں آپ نے فرمایا کہ: جس کسی کو غصہ آجائے اسے چاہئے کہ وضو بنائے اور اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ طلاق کے بہت سے معاملات میں سبب بہت معمولی ہوتا ہے، مثلاً کسی خاص تقریب میں شرکت سے منع کرنے پر جھگڑا اور نوبت طلاق، کسی عزیز یا عزیزہ کی شادی میں مخصوص لباس نہ خریدنے یا حسب خواہش تحائف نہ لے جانے پر جھگڑا اور طلاق، کبھی گھر میں کسی کے آنے جانے پر پابندی میں اختلاف جھگڑا اور طلاق، کبھی محض شک کی بنا پر کہ میاں یا بیوی کسی اور کو چاہنے لگے ہیں جھگڑا اور طلاق۔

اسلام نے ازدواجی معاملات میں پیدا ہونے والی مشکلات کا واحد حل طلاق تجویز نہیں کیا بلکہ اس کے متعدد مراحل بیان کئے ہیں، سب سے پہلا مرحلہ سمجھانے بجھانے کا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جن خواتین سے تمہیں حدود تعلق زوجیت پار کرکے سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں نصیحت کرو، سمجھاؤ بجھاؤ۔“

دوسرا مرحلہ بستر الگ کرنے کا ہے کہ اگر نصیحت کارگر ثابت نہ ہو تو ان کے بستر الگ کردو جسے قرآن کریم نے: ”واھجروھن فی المضاجع“ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے: ”ان کو اپنے بستروں سے الگ کردو“ پھر اگر یہ ترکیب بھی کارگر ثابت نہ ہو تو پھر

تیسرا مرحلہ زبانی کے بجائے عملی سرزنش کا ہے، یعنی ہلکا پھلکا مارنا، جسے قرآن کریم نے: ’’واضربوا ھن‘‘ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے: انہیں مارو۔‘‘

چوتھا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب سابق تینوں مرحلوں سے معاملہ آگے بڑھ گیا ہو اور صورتحال بے قابو ہو رہی ہو، اس مرحلہ میں دونوں جانب کے اعزہ کو جمع کیا جائے گا خصوصاً بڑوں بزرگوں کو تاکہ وہ مل بیٹھ کر تصفیہ کرا دیں، اسے قرآن کریم نے ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے: ’’دونوں کے اہل خانہ میں سے حکم یعنی ثالث مقرر کر لئے جائیں جو دونوں کے بیان حاصل کر کے صلح کی کوشش کریں۔‘‘

پانچواں مرحلہ ایلاء کا ہے اور ایلاء کے معنی ہیں طلاق کے بغیر مرد اپنی زوجہ سے رشتہ ازدواج منقطع کر لے اس میں اسے اختیار ہے کہ حسب ضرورت خود مدت مقرر کر لے ایک ماہ، دو ماہ، تین ماہ مگر یہ بائیکاٹ یا انقطاع تعلق چار ماہ سے زیادہ کا نہ ہو۔

آخری مرحلہ طلاق کا ہے اور وہ بھی اس طرح جس طرح اللہ کے رسول نے ہمیں سکھایا یعنی ایک طہر میں ایک طلاق نہ کہ یکبارگی تین طلاقیں۔

طلاق کے اسباب میں سے ایک سبب اور بھی ہے اور وہ ایسا سبب ہے کہ جس میں نہ تو کوئی شرعی مجبوری ہوتی ہے اور نہ ہی اخلاقی، بس صرف اس لئے طلاق دی جاتی یا دلوائی جاتی ہے کہ نکاح بٹے سٹے کا تھا چونکہ ایک جوڑے کا آپس میں نباہ نہیں ہو سکا اور ان کے درمیان طلاق تک نوبت پہنچ کر معاملہ ختم ہو گیا لہٰذا اب دوسرے جوڑے سے بھی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنا ازدواجی رشتہ ختم کر لیں، اگرچہ وہ کتنے ہی پُرسکون اور پُرکیف ازدواجی تعلقات وایام زندگی گزار رہے ہوں، مثلاً زید کی شادی عمر کی بہن سلمہ سے اور عمر کی شادی زید کی بہن آمنہ سے ہوئی، اب اگر کسی وجہ سے زید نے عمر کی بہن سلمہ کو طلاق دے دی ہے تو عمر کے گھر والے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ عمر بھی لازمی طور پر آمنہ کو فارغ خطی دے دے کیونکہ زید نے سلمہ کو طلاق دے دی ہے باوجودیکہ عمر اور آمنہ خوشگوار زندگی بسر کر رہے ہیں مگر معاشرتی جبر کا شکار ہو کر وہ اپنا گھر اجاڑنے پر مجبور ہیں، اس قسم کی طلاق کا مطالبہ کرنے والے کس قدر گناہ کے مرتکب ہوتے ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایک اور بُرائی مطلقہ کے بارے میں ایک طے شدہ فارمولا ہے اور وہ یہ ہے کہ: ’’اگر اتنی ہی اچھی ہوتی تو طلاق کیوں پاتی‘‘ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اس طلاق میں قصوروار کون رہا ہوگا، اسباب کیا رہے ہوں گے؟ بس ایک ہی بات طے شدہ ہے کہ لڑکی ہی میں کوئی خرابی ہوگی۔

ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکا جنسی طور پر نااہل نکلا ہو، یا نشہ کا عادی ہو یا اس کی مرضی کے بغیر والدین نے شادی کر دی ہو اور اس نے اس لئے طلاق دے ڈالی ہو یا جس قسم کی بیوی کا تصور اس نے اپنی ذہن میں بٹھا رکھا تھا وہ اس کے برعکس ثابت ہوئی اور اس کے خوابوں کی ملکہ کوئی اور ہو۔

یہ بھی تو ممکن ہے کہ لڑکے نے اس شریف لڑکی سے کسی غیر اخلاقی غیر شرعی امر کا تقاضا کیا ہو اور لڑکی نے بے غیرت بننے پر طلاق حاصل کرنے کو ترجیح دی ہو۔

کیا ہمارے معاشرے میں ایسے واقعات نہیں ہوتے کہ لڑکا اپنی بیوی سے بے پردہ اپنے یاروں دوستوں میں گھل مل جانے کا تقاضا کرتا ہو اور وہ کسی ایسے شریف خاندان کی ہو جہاں غیر مردوں نے کبھی قدم رکھنے کی جرأت نہ کی ہو۔

کیا اس معاشرے میں اس قسم کے واقعات نہیں ہوتے کہ ایک لڑکی اپنے گھر میں سخت پردہ کا اہتمام کرتی تھی مگر میاں کے گھر آ کر اس سے یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں اور اس خاندان والوں کے رواج کا احترام کرتے ہوئے برقعہ اور چادر اتار پھینکے؟

جہاں اس قدر افراط و تفریط ہو وہاں صرف لڑکی کو مورد الزام ٹھہرانا اور اس کے بارے میں یہ طے کر لینا کہ یہی قصوروار رہی ہوگی کہاں کا انصاف ہے؟

خدارا! حقائق کی دنیا میں آئیے اور اپنے معیارات تبدیل کیجئے، مفروضات پر نتائج کی عمارت کھڑی کرنے کی بجائے معاشرتی بے راہ روی کو پیش نظر رکھتے ہوئے واقعات کا تجزیہ کیجئے۔

طلاق یافتہ لڑکیوں کے بارے میں ہمارے معاشرہ میں جس قدر تنگ نظری اور بدگمانی پائی جاتی ہے اس کا تدارک اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام کے سنہری اصولوں کو پھیلانے اور عام کرنے کا عمل زندگی کے ہر شعبہ میں جاری ہو، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقہ عورتوں سے نکاح نہیں کئے؟ خود آپؐ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا، جنہیں ان کے پہلے شوہر حضرت زیدؓ نے طلاق دی تھی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی حضورؐ کی وہ زوجہ محترمہ ہیں جو پہلے مسافع بن صفوان کے عقد میں رہ چکی تھیں اور غزوہ مریسیع کے موقع پر اسیر ہو کر مدینہ آئی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرمائی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپؐ کی زوجیت میں آنے سے قبل مسعود بن عمرو بن عمری ثقفی سے علیحدگی اختیار کر کے ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں اور ابورہم کے انتقال کے بعد حضورؐ نے ان سے نکاح کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا تھا وہاں سے طلاق ہوئی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں کنانہ کے غزوہ خیبر میں مارے جانے کے بعد حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ ان ازواج مطہرات کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی ایسے گمان کا اظہار نہیں فرمایا، جس

سے ان کے مطلقہ ہونے کو مطعون کیا جا سکے۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ ہم مسلمان ہو کر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے اور اپنی روش ترک کرنے پر سنجیدگی سے نہیں سوچتے بلکہ مطلقہ کو ہی مطعون ٹھہراتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ طلاق کے معاملات میں انتہائی صبر و احتیاط سے کام لیا جائے، طلاق کے اسباب کے ازالہ کی ہر سطح پر کوشش کی جائے، نئے شادی شدہ جوڑوں کو ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سمجھائے جائیں، سسرال والے بہوؤں کو اپنی بیٹیوں کی طرح ہی سمجھیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو وہ اپنی بیٹی کے ساتھ سسرال والوں کے ہاں ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں اور شوہر اور ان کے اہل خانہ، زوجہ اور بہو سے اس قسم کی خدمات کی توقع نہ کریں جنہیں وہ اپنی بچیوں کے لئے ناگوار خیال کرتے ہوں، مطلقہ عورتوں کو ہر صورت میں قصوروار گردانتے اور انہیں مطعون کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے ان شکستہ دلوں کے معاملات کا جائزہ لیں اور انہیں نفسیاتی مریض بننے سے بچائیں۔

بچوں اور بچیوں کو شادی سے قبل و بعد نکاح و طلاق کے مسائل لازمی طور پر سکھائے اور پڑھائے جائیں، چھوٹی عمر سے ہی بچوں میں دینی رجحان پیدا کرنے کی کوشش کریں اور گھر کا ماحول مصنوعی اور رومانٹک بنانے کی بجائے قدرتی اور حقیقی بنائیں تاکہ بچوں میں فطری اسلامی جذبہ بیدار ہو اور اسلامی اصولوں سے آشنائی و روشناسی کی طلب پیدا ہو۔ اسلامی اقدار کی پاس داری بہت سے دکھی گھرانوں کو سکون و راحت کی وہ دولت مہیا کر سکتی ہے جس کی تلاش میں لوگ فلموں، ڈراموں، منشیات اور دیگر منفی سرگرمیوں میں اپنا وقت، مال اور آبرو برباد کرتے ہیں۔

☆☆..............☆☆

مسیحا اور دولتِ درد

پروفیسر انور جمیل

مسیحا درد کی دولت سے گر محروم نہ ہوتے
یہ ہنستے مسکراتے میکدے مغموم نہ ہوتے

نہ رستہ باغباں دیتا جو گل چینوں کو یورش کا
تو غنچہ ہائے گلشن صبح دم مظلوم نہ ہوتے

اگر خوفِ خدا اور عشق محبوب خدا ہوتا
نہ بنتے رزقِ مقتل اور ذبح معصوم نہ ہوتے

اگر ہوتی عقیدت رہبرانِ دین و ملت سے
تو لاکھوں پیکر صدق و وفا معدوم نہ ہوتے

عدو نہ گھولتا زہریں فضا میں بے حیائی کی
تو یہ جنت نما موسم کبھی مسموم نہ ہوتے

نفاق و بزدلی سے غیرتِ ایمان نہ بکتی
مسلمان اہل مغرب کے کبھی محکوم نہ ہوتے

ہمارے ہاتھ میں تیغ وفا رہتی تو یہ کافر
سدا خادم ہی رہتے اور کبھی مخدوم نہ ہوتے

چمن تبدیل نہ ہوتے کہیں بھی قتل گاہوں میں
گلوں پہ رات دن یہ مرثیے مرقوم نہ ہوتے

نہ انورؔ چھوڑتے دامن جو ضبط و استقامت کا
زمانے کو ہمارے زخمِ دل معلوم نہ ہوتے

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

حضرت ابوہریرہؓ کے فضائل ومناقب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بھوکا رہنے کے واقعات حدیث کی کتابوں میں ملتے ہیں، وہ فرماتے تھے کہ مجھے اپنا وہ وقت یاد ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان گر جاتا تھا اور آنے والے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ مجھے مرگی ہے، حالانکہ میں صرف بھوک کی تکلیف سے غشی میں ہوتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرات اصحاب صفہ میں سب سے زیادہ مشہور تھے اور صفہ ہی کو انہوں نے اپنا وطن بنالیا تھا، صفہ چبوترے کو کہتے ہیں، بہت سے صحابہ کرامؓ صرف دین حاصل کرنے کے لئے کاروبار سے نظریں ہٹا کر بارگاہ رسالت میں حاضر رہتے تھے، ان حضرات کے لئے حدود مسجد کے باہر مسجد ہی کے قریب ایک چبوترہ بنادیا گیا تھا، جس پر سایہ کے لئے کچھ ڈال دیا گیا تھا، یہ حضرات اسی میں رہتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، تمام اصحاب صفہ کو اور وہاں آکر نئے ٹھہرنے والوں کو خوب پہچانتے تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو کھانے کے لئے جمع کرنا چاہتے تو حضرت ابوہریرہؓ کے ذریعہ بلاتے تھے کیونکہ وہ ان کو درجہ بدرجہ جانتے اور پہچانتے تھے۔ صفہ میں اقامت کرنے والے صحابہ کو بڑی بڑی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، مسلسل فاقوں کی نوبت آجاتی تھی اور ایک ایک چادر میں زندگی گزارتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ اپنی بھوک کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ پر تین روز ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں کھایا اور اس قدر ضعف بڑھ گیا کہ میں صفہ تک پہنچنے کے ارادہ سے چلا تو راستہ ہی میں گرتا جاتا تھا لڑکے مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ ابوہریرہؓ دیوانے ہوگئے جو چلتے چلتے گر جاتے ہیں، میں نے ان کی آواز سن کر زور سے کہا کہ میں دیوانہ نہیں ہوں تم دیوانے ہو (جو بلاتحقیق ایک شخص کو دیوانہ بتارہے ہو) اسی طرح میں گرتا پڑتا صفہ پہنچ گیا، وہاں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اصحاب صفہ کو ثرید کھلارہے ہیں جو دو پیالوں میں کہیں سے آپ کے پاس ہدیتاً آگیا تھا، میں وہاں پہنچ کر اچک اچک کھڑا ہونے لگا تاکہ آپؐ کی نظر مجھ پر پڑ جائے حتیٰ کہ سب کھاچکے اور پیالوں میں سوائے کناروں میں لگے ہوئے کھانے کے اور کچھ نہیں بچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں میں لگے ہوئے کھانے کو خود جمع فرمایا جو سب مل کر ایک لقمہ بن گیا، آپ نے اپنی مبارک انگلیوں پر رکھ کر مجھے دیا اور فرمایا: لے اللہ کا نام لے کر کھالے۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس ذرا سے لقمہ میں ایسی برکت ہوئی کہ میں اسے کھاتا رہا اور وہ بڑھتا ہی رہا حتیٰ کہ میرا پیٹ بھر گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس پندرہ کھجوریں تھیں جن میں سے پانچ سے روزہ کھولا اور پانچ کو اگلے روز کے لئے سحری میں کھایا اور پانچ افطار کے لئے رکھ دیں، یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھ کو بھوک لگی اور ہم سات آدمی تھے، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات کھجوریں تقسیم کرنے کے لئے عنایت فرمائیں فی کس ایک حصہ میں آئی، یہ بھی فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ کو زمین سے چپکا دیا کرتا تھا اور پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیا کرتا تھا، اور یہ بھی فرمایا کہ میں کبھی کبھی کنکریوں کا ڈھیر بنا کر اپنے پیٹ کو اس پر چپکا دیتا تھا۔

سابقہ زندگی یاد کرنا:

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور حضرات صحابہ کرامؓ کو فتوحات اور غنیمت کے مالوں کے آنے سے کچھ کھانا پینا نصیب ہوا تو حضرت ابوہریرہؓ کا حال بھی بدل گیا اور فاقوں کی مصیبت جاتی رہی، پھر بھی معمولی اور سادہ کھانے پینے پر گزر اوقات کرتے تھے لیکن اپنی پچھلی زندگی کو نہیں بھولے، ایک مرتبہ کتان کے دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے، ان میں سے ایک میں ناک صاف کر کے فرمایا: واہ واہ! ابوہریرہؓ آج کتان کے کپڑے سے ناک صاف کرتا ہے، پھر فرمایا: مجھے اپنا وہ وقت بھی یاد ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرۂ مبارک کے درمیان بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گر جاتا تھا۔

ایک مرتبہ نماز پڑھائی تو سلام پھیر کر آواز بلند یوں کہا: سب تعریف اس خدا کے لئے ہے، جس نے دین کو مضبوط بنایا اور ابوہریرہ کو امام بنایا، اس حال کے

بعد جبکہ وہ غزوان کی بیٹی کا ملازم تھا اور تنخواہ صرف یہ تھی کہ کھانے کو دے دیا جایا کرے گا اور ملازمت میں شرط یہ تھی کہ پیدل چلنا پڑے گا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں یتیمی میں پیدا ہوا اور مسکینی میں ہجرت کی اور میں غزوان کی بیٹی کا اس شرط پر ملازم تھا کہ مجھے کھانے کو مل جایا کرے گا اور پیدل چلنا پڑے گا، چنانچہ غزوان کی بیٹی کے گھر والے اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور اس سفر میں پیدل ان کے ساتھ ساتھ (مہار تھامے ہوئے) حدی پڑھتا ہوا چلتا تھا (اونٹ کو مست اور تیز کرنے کے لئے عرب لوگ مخصوص قسم کے اشعار پڑھتے تھے اس کو حدی کہا جاتا تھا) اور جب وہ کہیں منزل کرتے تھے تو ان کے لئے لکڑیاں کاٹ کر لاتا تھا، آج میں وہی ابو ہریرہ ہوں لیکن وہی عورت جس کا میں ملازم تھا میری بیوی ہے، اور اب میرا یہ حال ہے کہ سب سوار ہوتے ہیں تو میرے لئے بھی سواری حاضر کی جاتی ہے اور میں جب منزل پر اترتا ہوں تو میری خدمت کی جاتی ہے۔

امارت اور انتظامی قابلیت اور شیطان کی چوری کا ایک واقعہ

حضرت ابو ہریرہؓ بہت بڑے عالم تھے اور انتظامی قابلیت بھی خوب رکھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی مشغلہ کے علاوہ اور کام بھی ان سے لئے ہیں، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کی حفاظت ان کے ذمہ کردی، تو عجیب واقعہ پیش آیا جسے وہ خود بھی اس طرح بیان فرماتے تھے کہ میں رات کو پہرہ دے رہا تھا اور صدقہ کے غلہ کی حفاظت کی وجہ سے جاگ رہا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس غلہ میں سے لپ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور بالضرور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں گا، اس نے خوشامد کی اور کہنے لگا کہ میں ضرورت مند ہوں، عیال دار ہوں، ضرورت بہت زیادہ تھی (اس لئے اس میں سے لے جانے لگا تھا) اب تو مجھے چھوڑ دے، لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی اور میں بارگاہ رسالت میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! تمہارا رات کا قیدی کیا ہوا (جسے تم نے پکڑ لیا تھا) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے اپنی سخت محتاجگی کا حال بیان کیا اور عیال دار ہونے کا ذکر کیا، لہٰذا میں نے اس پر رحم کھایا اور اسے چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! اس نے تم سے جھوٹ بولا (یاد رکھو) کہ وہ آج پھر آئے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر کہ وہ پھر آئے گا، اس کے دوبارہ آنے کا یقین کر لیا اور رات کو اس کا انتظار کرتا رہا، چنانچہ وہ پھر اور غلہ کا لپ بھرنے لگا، لہٰذا میں نے اسے پکڑ لیا اور کل کی طرح آج بھی میں نے اس سے کہا کہ ضرور بالضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کروں گا، اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں اور عیال دار ہوں اور کبھی نہ آؤں گا، لہٰذا میں نے اس پر رحم کھایا اور چھوڑ دیا، جب صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے پھر (میرے ذکر کئے بغیر) فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ تمہارا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے اپنی سخت محتاجگی کا حال بیان کیا اور عیال دار ہونے کا ذکر کیا، لہٰذا میں نے رحم کھایا اور چھوڑ دیا، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار! اس نے تم سے جھوٹ بولا اور (یاد رکھو) کہ وہ آج پھر آئے گا، میں نے یہ سن کر اس کے آنے کا یقین کر لیا اور رات کو اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا، چنانچہ وہ آیا اور غلہ سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے ضرور بالضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کروں گا، یہ تیسری مرتبہ ہے تو جھوٹ کہتا ہے کہ میں اب نہیں آؤں گا لیکن پھر آ جاتا ہے، اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے، میں آپ کو چند کلمات بتائے دیتا ہوں، جن سے اللہ تعالیٰ آپ کو بہت نفع دے گا، اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستر (سونے کے لئے) پہنچو تو اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم پوری آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اس کے پڑھ لینے سے صبح تک اللہ کی طرف سے تم پر ایک محافظ رہے گا اور کوئی شیطان تمہارے پاس نہ آئے گا، یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا قیدی کیا ہوا؟ میں نے آپؐ کو سارا واقعہ سنایا اور عرض کیا کہ اس نے کہا کہ میں تم کو چند ایسے کلمات بتائے دیتا ہوں جن کے ذریعے تم کو اللہ تعالیٰ نفع دے گا۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار بلاشبہ اس نے جو کلمات تمہیں بتائے اور جو نفع ان کا بتایا اس بارے میں تو اس نے سچ بولا لیکن حقیقت میں وہ دوسری باتوں میں جھوٹا ہے، پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تین رات سے تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں! فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔

اس مستعدی اور انتظامی قابلیت کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین کا حاکم بنا دیا تھا، پھر کسی مصلحت سے ان کو معزول کر دیا تھا اور اس کے بعد جب حاکم کی ضرورت پڑی اور حضرت ابو ہریرہؓ کو مقرر فرمانا چاہا تو انہوں نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، البتہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں کئی مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کو مدینہ منورہ کا حاکم اور امیر مقرر کیا گیا۔

تواضع وانکساری:

حضرت ابو ہریرہؓ بہت زیادہ متواضع اور منکسر المزاج واقع ہوئے تھے، مدینہ منورہ کے امیر ہونے کے باوجود آپ کی خاکساری کا یہ عالم تھا کہ اپنے کر

پر لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے لاد کر لایا کرتے تھے اور چونکہ مذاق کی عادت تھی، اس لئے گٹھر لادے ہوئے بازار سے گزرتے اور مذاق میں فرماتے کہ راستہ چھوڑ دو، امیر آرہا ہے۔

سوال سے پرہیز:

حضرت ابو ہریرہؓ کو باوجود یکہ بڑی شدت سے فاقے برداشت کرنے پڑے تھے، مگر کسی سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کی، فرماتے تھے کہ مجھے کوئی شخص ہدیہ دیتا ہے تو قبول کر لیتا ہوں لیکن سوال بھی نہیں کرتا۔

چند کھجوروں میں برکت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذرا سی کھجوریں لے کر حاضر ہوا، آپ نے برکت کی دعا فرمادی اور فرمایا کہ انہیں اپنے تھیلے میں رکھ لو، جب اس میں سے لینے کا ارادہ کرو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو اور اس کو جھاڑ کر بالکل خالی مت کر دینا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور برسوں اس میں سے خرچ کرتا رہا، اس میں سے کھجوریں نکال کر فروخت کر کے ان کی قیمت سے اللہ کی راہ میں سواریاں میں نے بھیجیں اور کھاتا بھی رہا، اسے میں اپنی کمر میں باندھے رکھا کرتا تھا، حتیٰ کہ جس روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ تھیلا کہیں ضائع ہوگیا، اس تھیلے کی کھجوروں سے تقریباً پچیس سال تک حضرت ابو ہریرہؓ فائدہ اٹھاتے رہے۔

مہمان نوازی:

حضرت ابو ہریرہؓ بڑے مہمان نواز بھی تھے ابو نضر عبدی کا بیان ہے کہ میں چھ ماہ حضرت ابو ہریرہؓ کا مہمان رہا، میں نے کسی بھی صحابی کو ان سے زیادہ میزبانی کا حق ادا کرنے والا اور مہمان کی خدمت کے لئے مستعد رہنے والا نہیں دیکھا۔

جنازہ دیکھ کر عبرت:

حضرت ابو ہریرہؓ جب کوئی جنازہ گزرتا ہوا دیکھتے تو فرماتے: "اے جنازہ تو چل! ہم بھی پہنچنے والے ہیں، موت بڑی نصیحت ہے اور بغیر مہلت کے (سب سے) غافل کر دینے والی ہے، پہلے جانے والے جارہے ہیں اور جن کا نمبر بعد میں ہے وہ باقی ہیں (مگر) عقل (ان کو بھی) نہیں۔"

ایک پیشینگوئی:

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب تم اپنی مسجدوں کو دلہن بنادو اور قرآنوں کو سجادو پس تمہاری ہلاکت ہے۔

والدہ کے ساتھ حسن سلوک:

جس زمانے میں مروان بن الحکم حضرت ابو ہریرہؓ کو امارت مدینہ کی نیابت سونپتے تھے، اس زمانہ میں حضرت ابو ہریرہؓ ذوالحلیفہ میں تشریف فرمایا کرتے تھے، ان کا قیام ایک گھر میں اور ان کی والدہ صاحبہ کا قیام قریب ہی دوسرے گھر میں ہوتا تھا، جب اپنے گھر سے نکلتے تو والدہ صاحبہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر عرض کرتے "السلام علیک ورحمة الله وبرکاته" وہ جواب میں فرماتیں: "وعلیک السلام یا بنی ورحمة الله وبرکاته" اس کے بعد ابو ہریرہؓ عرض کرتے: "رحمک الله کما ربیتنی صغیرا" (اللہ آپ پر رحم فرمائے جیسا کہ آپ نے مجھے چھوٹا سا پالا) وہ فرماتیں کہ اللہ تم پر بھی رحم فرمائے اور تم کو جزائے خیر عنایت فرمائے اور تم سے راضی ہو جیسا کہ تم نے میرے بڑھاپے میں میرے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا۔

عبادت اور ذکر الٰہی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے عابد و ذاکر بھی تھے، ان کے پوتے جناب نعیم بن المحرر نے فرمایا کہ ہمارے دادا جان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں تھیں، اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک ان پر تسبیح نہ پڑھ لیں، حضرت عکرمہ فرماتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روزانہ بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جتنے گناہ کرتا ہوں اسی قدر تسبیح پڑھ لیتا ہوں۔

حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں روزانہ بارہ ہزار مرتبہ استغفار یعنی "استغفر الله واتوب الیه" پڑھتا ہوں، یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجوروں کی گٹھلیاں بھری رہتی تھیں، ان گٹھلیوں پر "سبحان الله، سبحان الله" پڑھتے تھے، جب وہ خالی ہوجاتی تھیں تو ان کی باندی پھر ان گٹھلیوں کو بھر کر ان کے پاس رکھ دیتی تھی، ابو عثمان نہدی تابعی فرماتے ہیں کہ میں سات روز حضرت ابو ہریرہ کے پاس مہمان رہا، ساتوں روز میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کے خادم اور ان کی بیوی نمبر وار کیے بعد دیگرے عبادت میں لگے رہتے تھے، مطلب یہ ہے کہ تینوں نے ساری رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک عبادت کرتا رہتا تھا اور دو سوتے رہتے تھے، جب یہ سونے لگتا تو دوسرے کو اٹھا دیتا غرضیکہ ساری رات ان کے گھر میں عبادت ہوتی رہتی تھی۔

ارشاد نبوی کو بے دلیل ماننا:

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ہمارے سامنے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند اور سورج قیامت کے روز بے نور کر کے دو ٹکڑوں کی طرح دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے، یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ انہوں نے کیا گناہ کیا ہے؟ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کر رہا ہوں (اور تم دلیل پوچھ رہے ہو، ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ آپ

نے فرمادیا ہے، اس کے آگے علت اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے) یہ سن کر میں خاموش ہوگیا۔

زہد وتقویٰ:

حضرت ابوہریرہؓ بہت بڑے زاہد تھے، دنیا کی دلچسپیوں میں ان کا دل نہیں لگتا تھا، مدینہ منورہ میں ایک شخص نے مکان بنایا، جب اس کی تعمیر ختم ہوگئی تو حضرت ابوہریرہؓ کا ادھر سے گزر ہوا، اس شخص نے کہا کہ حضرت ذرا ٹھہریئے اور مجھے یہ بتا جایئے کہ میں مکان کے دروازے پر کیا لکھوں؟ فرمایا کہ لکھ دو: ویران ہونے کے لئے بنائے جا اور بچھڑنے کے لئے (موت کے لئے) جنے جا اور وارث کے لئے جمع کئے جا۔ ایک مرتبہ اپنی بیٹی سے فرمایا: سونا مت پہن کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں آخرت میں اس کے پہننے کی وجہ سے تجھے دوزخ کی آگ کی لپٹ نہ پہنچے۔ چونکہ عورتیں دکھاوے کے لئے زیور پہنتی ہیں اور اس سے ان کے اندر غرور وتکبر پیدا ہوجاتا ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے، اس لئے حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی بیٹی کو سونا پہننے سے روکا، نہ پہنے گی نہ تکبر کا موقع ملے گا، نہ دوزخ کی آگ میں جانے کا باعث ہوگا، ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ تشریف لے جارہے تھے کہ کچھ لوگوں پر گزر ہوا جو تلی ہوئی بکری کھارہے تھے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی بھی صلاح لی اور کھانے پر مدعو کیا، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تلی ہوئی بکری کھاؤں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی سے بھی آپؐ نے پیٹ نہیں بھرا۔

تکلیف سے محبت:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ کسی تکلیف سے مجھے محبت نہیں جتنی بخار سے ہے، کیونکہ بخار جوڑ جوڑ میں گھس جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر جوڑ کے درد پر مستقل اجر دیتا ہے۔

فکر آخرت:

آخرت کی فکر کی وجہ سے ظلم وزیادتی سے رک جانا حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خاص عادت تھی، حضرت ابوہریرہؓ بھی اس صفت میں کمال رکھتے تھے، ایک مرتبہ اپنی باندی کو سزا دینے کے لئے کوڑا اٹھایا اور ابھی مارنے بھی نہ پائے تھے کہ آخرت کے بدلہ کا خیال آگیا اور فرمایا کہ آخرت میں بدلہ ملنے کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے اس کوڑے سے درست کردیتا پھر یہ فرما کر اسے آزاد کردیا کہ میں تجھے اس ذات گرامی کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں جو مجھے تیری قیمت پوری پوری دے گا۔

موت سے محبت:

موت سے محبت مومن کی خاص صفت ہے جو بندے آخرت کے لئے عمل کرتے ہیں اور وہاں کے اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں، ان کو اپنے اصلی گھر یعنی آخرت سے محبت ہوجاتی ہے اور وہاں جانے کے لئے مشتاق رہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی ان مبارک ہستیوں میں سے تھے جن کو موت سے محبت تھی، آپ نے ایک شخص کو کہیں جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ کہاں جارہے ہو، اس نے کہا کہ بازار کا ارادہ ہے، فرمایا: ہوسکے تو میرے لئے موت خریدتے لانا، مطلب یہ کہ تھا کہ ہم کو دنیا میں رہنا اس قدر ناگوار ہے کہ قیمتاً موت ملے تب بھی لے لیں، حضرت ابوہریرہؓ کے مرض الوفات میں مروان بن الحکم عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور شفا ہوجانے کی دعا کی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ: ''اے اللہ! میں آپ کی ملاقات کو پسند کرتا ہوں، آپ بھی میری ملاقات کو محبوب فرمالیجئے یعنی اٹھالیجئے'' مروان وہاں سے اٹھ کر روانہ ہوئے اور ابھی بازار ہی میں پہنچنے پائے تھے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی وفات ہوگئی۔

آخرت کی ترغیب:

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ بازار میں پہنچے وہاں کھڑے ہوکر زور سے فرمایا کہ بازار والو! ایک بہت بڑی دولت کے حاصل کرنے سے تم کیوں عاجز ہورہے ہو، لوگوں نے سوال کیا وہ کون سی دولت ہے؟ اور تم یہاں کاموں میں لگے ہوئے ہو، کیوں اس میں سے اپنا حصہ نہیں لیتے، لوگوں نے پوچھا کہاں تقسیم ہورہی ہے؟ فرمایا: مسجد میں! یہ سن کر حاضرین جلدی جلدی مسجد پہنچے اور حضرت ابوہریرہؓ ان کے واپس آنے تک وہیں ٹھہرے رہے، جب وہ لوگ واپس آگئے تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ کیسے چلے آئے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم مسجد میں پہنچے اور دیکھا بھالا، لیکن کچھ بھی تقسیم ہوتا نظر نہ آیا، فرمایا: کچھ دیکھا بھی؟ لوگوں نے کہا: ہاں یہ دیکھا کہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ لوگ تلاوت میں مشغول تھے ایک جماعت آپس میں حرام وحلال کے بارے میں گفتگو کررہی تھی

تعمیر
مرکز ومسجد
ختم نبوت اٹک
☆: عطیہ اراضی مسجد ختم نبوت سردار امجد خان صاحب۔
☆: ہال مسجد ختم نبوت، صحن مسجد، جائے وضو تقریباً مکمل ہیں۔
☆: تعمیر میں عطیات دینے والے خوش نصیب حضرات کے لئے دعا گو ہیں۔
رابطہ کیلئے: مولانا قاضی محمد ابراہیم الحسینی
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، فاروق اعظم کالونی گلی نمبر5/14 اٹک
موبائل: 0300-5380055

یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ افسوس تم اتنی کھلی ہوئی بات بھی نہ سمجھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یہ نماز، تلاوت اور علمی مذاکرہ ہی تو ہے۔

اہل وعیال:

قبول اسلام سے قبل جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ اپنے وطن میں تھے اس وقت ان کے بیوی بچے تھے یا نہ تھے، اس بارے میں معلومات حاصل نہ ہوسکیں، البتہ اسماء الرجال کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد انہوں نے غزوان کی بیٹی سے نکاح کیا تھا، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے (کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں جس عورت کا ملازم تھا آج اس کا شوہر ہوں) یہ بی بی مشہور صحابی عتبہ بن غزوانؓ کی بہن تھیں، عہد نبوی میں انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مزدوری پر رکھا تھا، پھر بعد میں ان کے نکاح میں آگئی تھیں جبکہ وہ مروان بن الحکم کی نیابت میں مدینہ منورہ کی امارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

اسماء الرجال کی کتابوں سے حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک صاحبزادے محرر نامی اور ایک پوتے نعیم نامی کا پتہ چلتا ہے اور ایک بیٹی کا ذکر بھی گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے، لیکن اس کا نام معلوم نہ ہوسکا، ان کے صاحبزادے محرر کے متعلق تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ وفات کے بعد ان کا جنازہ عقیق سے مدینہ منورہ لایا گیا، ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد دفن کئے گئے، نماز میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت سعید خدریؓ بھی موجود تھے، اس وقت حضرت معاویہؓ کی امارت کا زمانہ تھا، جب ولید بن عتبہ نے حضرت امیر معاویہؓ کو ان کی وفات کی خبر لکھ بھیجی تو انہوں نے ولید کو لکھا کہ ان کے وارثوں کو دس ہزار درہم دے دو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے سن وفات میں اصحاب سیر کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے ۵۷ھ بتایا ہے، دوسری جماعت کی رائے ہے کہ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ مورخ واقدیؒ نے ۵۹ھ بتایا ہے۔

☆☆..........☆☆

تکمیل نبوت اور قادیانی مغالطہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

اکثر قادیانی یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ نبوت تو دنیا کے لئے رحمت ہے، جب نبوت ختم ہوگئی اور زحمت پیدا ہوگئی، نبوت تو ایک نور ہے جب وہ نور نہ رہا تو دنیا میں ظلمت پیدا ہوگئی تو اس میں (معاذ اللہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کہ آپ دنیا کو رحمت دینے کے لئے آئے یا دنیا میں معاذ اللہ ظلمت پیدا کرنے کے لئے آئے کہ نور ہی ختم کردیا اور رحمت ہی ختم کردی یہ ایک مغالطہ ہے اور مغالطہ واقع ہوا ہے ختم نبوت کے معنی سمجھنے کے اندر، یا تو سمجھا نہیں ان لوگوں نے، یا سمجھ کر جان بوجھ کر دغا اور فریب سے کام لیا ہے۔

ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں ہیں کہ نبوت منقطع ہوگئی، ختم نبوت کے حقیقی معنی تکمیل نبوت کے ہیں کہ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر حد کمال کو پہنچ گئی ہے، اب کوئی درجہ نبوت کا ایسا باقی نہیں رہا کہ بعد میں کوئی نبی لایا جائے اور اس درجہ کو پورا کرلیا جائے۔ ایک ہی ذات اقدس نے ساری نبوت کو حد کمال پر پہنچا دیا کہ نبوت کامل ہوگئی تو ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں، قطع نبوت کے نہیں ہیں گویا کہ ایک ہی نبوت قیامت تک کام دے گی، کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ نبوت کے جتنے کمالات تھے وہ سب ایک ذات بابرکات میں جمع کردیئے گئے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے آسمان پر رات کے وقت ستارے چمکتے ہیں ایک نکلا، دوسرا، تیسرا اور پھر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ستارے جگمگا جاتے ہیں بھرا ہوا ہوتا ہے آسمان ستاروں سے اور روشنی بھی پوری ہوتی ہے لیکن رات رات ہی رہتی ہے دن نہیں ہوتا، کروڑوں ستارے جمع ہیں مگر رات ہی ہے روشنی کتنی بھی ہوجائے لیکن جونہی آفتاب نکلنے کا وقت آتا ہے تو ایک ایک ستارہ غائب ہونا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب آفتاب نکل آتا ہے تو اب کوئی بھی ستارہ نظر نہیں پڑتا، چاند بھی نظر نہیں پڑتا تو یہ مطلب نہیں کہ ستارے غائب ہوگئے دنیا سے، بلکہ اس کا نور مدغم ہوگیا آفتاب کے نور میں، کہ اب اس نور کے بعد سب کے نور دھیمے پڑ گئے وہ سب جذب ہوگئے آفتاب کے نور میں، اب آفتاب ہی کا نور کافی ہے کسی اور ستارے کی ضرورت نہیں اور نکلے گا تو اس کا چمکنا ہی نظر نہیں آئے گا، آفتاب کے نور میں مغلوب ہوجائے گا تو یوں نہیں کہیں گے کہ آفتاب نے نکلنے کے بعد دنیا میں ظلمت پیدا کردی نور کو ختم کردیا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ نور کو اتنا مکمل کردیا کہ اب چھوٹے موٹے ستاروں کی ضرورت باقی نہیں رہی، آفتاب کافی ہے غروب تک پورا دن اسی کی روشنی میں چلے گا تو اور انبیاء بمنزلہ ستاروں کے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ آفتاب کے ہیں، جب آفتاب طلوع ہوگیا اور ستارے غائب ہوگئے تو یہ مطلب نہیں ہے کہ نبوت ختم ہوگئی بلکہ اتنی مکمل ہوگئی کہ اب قیامت تک کسی نبوت کی ضرورت نہیں گویا نبوت کی فہرست تھی، جس پر مہر لگ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر لگادی اب کوئی نبی زائد ہوگا نہ کم ہوگا یہ ممکن ہے کہ بیچ میں سے کسی نبی کو بعد میں لے آیا جائے جیسے عیسیٰ علیہ السلام بعد میں نازل ہوں گے مگر وہ اسی فہرست میں داخل ہوں گے اور ان کی تبع کی حیثیت ہوگی یہ نہیں ہے کہ کوئی جدید نبی داخل ہو، پچھلے نبی کو اگر اللہ تعالیٰ لانا چاہیں تو لائیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فہرست مکمل کردی کہ اب نہ کوئی نبی زائد ہوسکتا ہے نہ کم ہوسکتا ہے۔

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

نبیؐ کو دلوں میں بسانے کی باتیں

مولانا عبدالمجید انورؒ

محمدؐ اور ان کے گھرانے کی باتیں
ہیں ایماں کو کامل بنانے کی باتیں

بناتی ہیں انساں کو انسان کامل
حبیبؐ خدا کے زمانے کی باتیں

ہیں شرح مبیں اور تفسیر قرآن
علوم نبیؐ کے خزانے کی باتیں

ہیں تاریخ عالم کا اک باب زریں
نبوت کے روشن زمانے کی باتیں

صحابہؓ کی عظمت شرافت عدالت
نبی کی ہیں صحبت اٹھانے کی باتیں

سلامت رہے عائشہؓ تیرا حجرہ
ہیں گھر گھر اسی آستانے کی باتیں

میں معذور ہوں ساتھیو مت سناؤ
مجھے ماسوا کے فسانے کی باتیں

بہ مشکل دیارِ محمدؐ ملا ہے
نہ چھیڑو مدینے سے جانے کی باتیں

حیات محمدؐ کے سانچے میں ڈھل جا
نہ کام آئیں گی کچھ زمانے کی باتیں

یہ انور سناتا رہے یا الٰہی
نبیؐ کو دلوں میں بسانے کی باتیں

REGD. NO. SS-160